قلب
ایمان فاطمہ مشتاق
RAFIAL
03257121842
NOVELSCLUBB
WWW.NOVELSCLUBB.COM

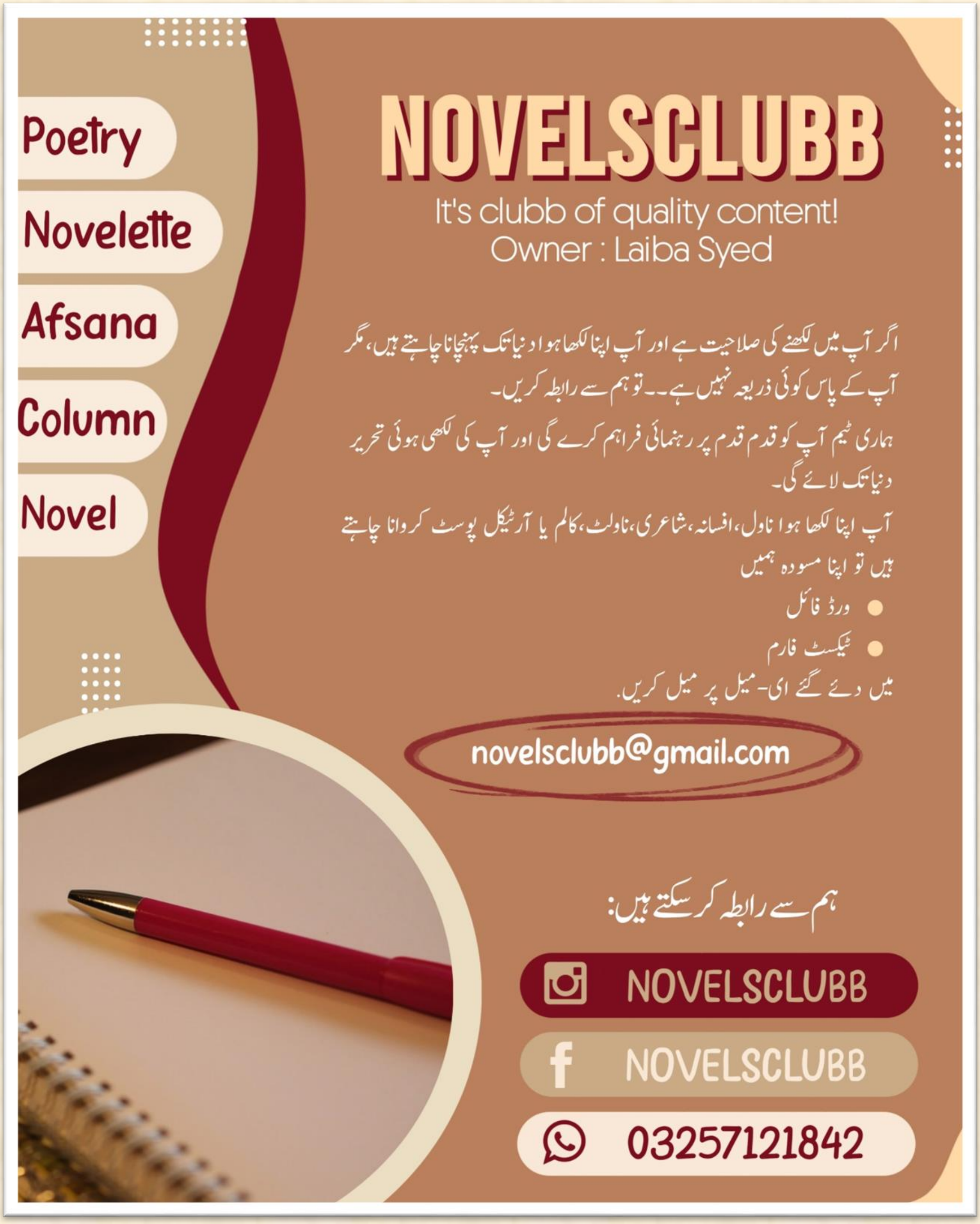
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں۔
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

قلب

از قلم

ایمان مشتاق

Clubb of Quality Content

ناول "قلب" کے تمام جملہ حق لکھاری "ایمان مشتاق" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

"قلب"

از قلم :(ایمان فاطمہ مشتاق)

قسط: 1

باب: 1

لوٹ آؤ! لوٹ آؤ!

کیا تم نے سنی؟

وہ آواز!

وہ آواز جو تمہیں پکار رہی ہے۔

غور سے سنو!

ہاں یہ وہی آواز ہے۔

وہ تمہیں پکار رہی ہے۔

واپس بلا رہی ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کیا تم نے اسے پہچانا؟

یہ تمہارے "قلب" کی آواز ہے۔

کیا تم نے سنی؟

....

وہ سڑک بالکل سنسان تھی۔ دور دور تک کسی ذی روح کا نام و نشان نہیں تھا۔ رات، کی سیاہی میں بادل گرجنے کی آوازیں ماحول کو ہیبت ناک بنا رہی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

بارش زور و شور سے برس رہی تھی۔ جیسے آج ہر شے کو اپنے ساتھ ڈبو کر لے جائے گی ۔لوگ ڈرے سہمے گھروں میں چھپ کر بیٹھے تھے۔ ایسا لگتا تھا کسی پل

آسمان سے بجلی سیدھا ان کے سروں پہ آ گرے گی۔ایسے میں اگر تم غور سے دیکھو تو تمہیں سٹریٹ پولز کی روشنی میں وہ نظر آئیں گے۔بائیک پہ سوار دو لڑکے

۔وہ آپس میں کسی بات پہ بحث کر رہے تھے۔یہاں سے ان کی آوازیں مدھم سنائی دیتی تھیں۔اسی لیے تم اگر ذرا سا قریب جاؤ تو تم سنو گے۔۔۔۔۔۔

"کس نے کہا تھا اتنی تیز بارش میں باہر کھانا کھانے کا پلان بنا؟خود تو آیا ساتھ مجھے بھی پھنسا دیا۔" بائیک چلانے والا لڑکا بہت غصے میں لگ رہا تھا۔

"اور تجھے کس نے کہا تھا اپنا فون گھر بھول کر آ۔ابھی فون ہوتا تو کم از کم کیب بلا لیتے۔اتنی بارش میں اس بائیک پہ تو گھر نہ جانا پڑتا۔" پیچھے بیٹھا لڑکا اسے کھری

کھری سنانے کے موڈ میں تھا۔وہ دونوں مکمل بھیگ چکے تھے۔

"اتنی ہی فکر تھی تو اپنا فون لے آتے۔ہونہہ!" وہ اب غصے میں کچھ اور بھی بڑبڑا رہا تھا۔

"اچھا چل چھوڑ نا۔میری اماں کہتی ہے ہر کام میں اللہ کی کوئی نا کوئی بہتری ہوتی ہے۔شاید ہمارے لیے اس میں کوئی بہتری ہی ہو۔"

"ہاں بالکل!اس سنسان سڑک پہ تو ہمیں قارون کا خزانہ مل جائے گا نا۔سب تیری وجہ سے ---"

ابھی وہ کچھ اور بھی کہتا مگر پچھلے لڑکے نے زور زور سے اس کے کندھے پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا۔

"اوئے رک رک! وہ دیکھ!۔" وہ اسے سامنے کی طرف کچھ

اشارہ کر رہا تھا۔ سڑک کنارے ایک گاڑی الٹی پڑی تھی۔ گاڑی بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی۔ اس میں سے دھواں نکل کر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔

"کسی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔" اس نے گاڑی کے پاس لا کر بائیک روکی۔ وہاں گاڑی کے آس پاس دو وجود نظر آ رہے تھے۔ ایک گاڑی کے دائیں جبکہ دوسرا

بائیں جانب تھا۔ شاید وہ گاڑی سے نکل کر وہیں سڑک پہ ہی بے ہوش ہو گئے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں اسے دیکھتا ہوں۔" پیچھے بیٹھا لڑکا فوراً بائیک سے اتر کر دائیں جانب پڑے وجود کی طرف دوڑا تھا۔ جبکہ دوسرا تیزی سے دوسرے وجود کی طرف لپکا تھا۔

"یہ مر گیا ہے۔" پہلے لڑکے نے وہاں پڑے وجود کی نبض چیک کرنے کے بعد کہا۔

"یہ زندہ ہے۔" یہ آواز دوسرے لڑکے کی طرف سے آئی تھی۔ اس کے سامنے لیٹا وجود دھیرے دھیرے سانس لے رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

یوں جیسے اس کی سانسیں اکھڑ رہی ہوں۔

"یہ زندہ ہے۔ جلدی آ میری مدد کر۔ اسے ہاسپٹل لے چلتے ہیں۔" وہ اب اسے اٹھا رہا تھا۔

"پر اس لاش کا کیا کریں؟" پہلے لڑکے نے پوچھا تھا۔ وہ کبھی اپنے دوست تو کبھی سامنے پڑے بے جان وجود کو دیکھتا۔

"ہم ان دونوں کو اکٹھا بائیک پہ نہیں لے جا سکتے۔ وہ تو ویسے بھی مر گیا ہے۔ اس کا ہم کچھ نہیں کر سکتے مگر اسے تو بچا سکتے ہیں نا۔" اس کی بات بھی درست

تھی۔ بائیک پہ ایک ساتھ وہ انہیں نہیں لے جا سکتے تھے۔ ان کے پاس اس وقت فون بھی نہیں تھا۔ ورنہ ایمبولینس کو ہی کال کر لیتے۔

تم... ٹھیک کہہ رہے ہو۔" وہ اٹھا اور اس زخمی آدمی کو اٹھا کر بائیک کی طرف لے جانے میں اپنے دوست کی مدد کرنے لگا۔ ان دونوں نے مشکل اسے بائیک پہ

بٹھایا اور پھر خود بھی بیٹھ گئے۔ وہ زخمی وجود اب ان دونوں لڑکوں کے درمیان میں تھا۔

لڑکے نے بائیک سٹارٹ کی۔ ایک نظر سڑک پہ پڑی لاش کو دیکھا۔

کاش وہ کچھ دیر پہلے یہاں پہنچ جاتے تو شاید اسے بچا ہی لیتے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ پر شاید جانتا نہیں تھا کہ جب موت آتی ہے تو وقت، جگہ کچھ بھی نہیں دیکھتی۔

اسے بس آنا ہوتا ہے۔

"جلدی کر۔ اس کا کافی خون بہہ گیا ہے۔" پچھلے لڑکے نے آواز دی تو جیسے وہ چونکا۔ آخری نظر اس مردہ آدمی پہ ڈالی جس کا پورا جسم خون میں لت پت تھا۔

پھر تیزی سے بائیک آگے بڑھا لے گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

•••••••••••••••••••••

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اسلام آباد کے امیر ترین علاقے میں موجود وہ محل نما بنگلہ پوری شان و شوکت سے کھڑا تھا۔بنگلے کی دیواریں سفید تھیں۔چاروں اطراف میں وسیع لان تھا۔ہر

طرف سیاہ سوٹ میں ملبوس گارڈز کا سخت پہرہ تھا۔ادھر موجود بڑے سے پورچ میں دنیا کی مہنگی ترین گاڑیاں کھڑی اس محل کی شان کو مزید شاندار بنا رہی

تھیں۔وہاں سے گزرتا کوئی راہ گیر ایسا نہیں تھا جو دور تک جانے کے بعد بھی اس محل کو مڑ مڑ کر ستائشی نظروں سے نہ دیکھتا ہو۔ایسے میں محل کی اوپری منزل

پہ آؤ تو وہ اپنے کمرے میں ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑا شرٹ کے بٹن بند کر رہا تھا۔

کمرے میں موجود ہر چیز بہت شاندار تھی۔سیاہ فرنیچر، گرے پردے اور شیٹس، چھت سے لٹکتا فانوس، ہر شے بہت پرفیکٹ لگتی تھی۔بیڈ کے سامنے والی

دیوار پہ بڑی سی ایل سی ڈی لگی تھی۔ دائیں جانب دیوار پہ ایک پینٹنگ آویزاں تھی۔ پورے کمرے میں صرف وہی ایک پینٹنگ نظر آتی تھی۔ وہ بھی دو دن

پہلے اس کی ماں فضیلہ بیگم نے وہاں لگوائی تھی۔ اس میں کنول کے پھول بہت ہی خوبصورتی سے پینٹ کیے گئے تھے۔ اسے اپنے کمرے کی دیواریں بالکل خالی

پسند تھیں۔ مگر یہ پینٹنگ چونکہ اس کی ماں نے بہت خوشی سے ادھر لگوائی تھی سو اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ خیر۔۔۔ اس نے تو ان دو دنوں میں بس ایک

نظر ہی اس پینٹنگ پہ ڈالی تھی۔ کہاں سے آئی؟ کس نے بنائی؟ اسے ان چیزوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اس سے ذرا فاصلے پہ ایک دیوار گیر کھڑکی تھی۔ جس

سے گھر کا پچھلا حصہ واضح نظر آتا تھا۔

وہ اب اپنے بھورے بالوں میں برش پھیر رہا تھا۔دراز قامت، خوبصورت نقوش، کھلتی رنگت، بھورے بال، اٹھی مغرور ناک، ہلکی بڑھی شیو

اور سب سے قابل غور اس کی پر کشش نیلی آنکھیں۔

وہ کسی عربی شہزادے کی طرح لگتا تھا۔اسے پہلی بار دیکھنے والا کتنی ہی دیر اس کے چہرے سے نظریں نہیں ہٹا پاتا تھا۔

اسی پل دھڑلے سے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔اس نے اطمینان سے برش نیچے رکھا۔

ایک ہی شخص تھا جو بنا دستک دیے اس کے کمرے میں داخل ہو جاتا تھا۔

"کیا کمرے میں آنے سے پہلے ناک کرنے سے تمہاری انگلیاں ٹوٹ جاتی ہیں آصف؟" وہ اپنی بھاری گھمبیر آواز میں دروازے کے پاس کھڑے آصف سے

پوچھ رہا تھا۔ جو اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتا شہد رنگ آنکھیں چھوٹی کیے کمرے میں موجود واحد پینٹنگ کو دیکھ رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"واہ واہ!" آصف مسکراتا ہوا پینٹنگ کی طرف بڑھا۔ "ازلان عباس کے کمرے میں پینٹنگ ؟ کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں؟"

"یہ ماما نے لگوائی ہے۔" ازلان نے اسے مزید کوئی بھی بات کرنے کا موقع دیے بغیر کہا۔

"اوہ۔" آصف نے سر ہلایا۔ کمرے میں سگریٹ اور کلون کی ملی جلی خوشبو پھیلی تھی۔

ازلان نے فون اٹھا کر پینٹ کی جیب میں ڈالا، گاڑی کی چابی اٹھائی اور اس کے سامنے آکر کھڑا ہوا۔ ان دونوں کے قد بالکل ایک جتنے تھے۔ چھ فٹ سے نکلتے

ہوئے ازلان کے بال بھورے اور آنکھیں نیلی تھیں جبکہ آصف کے بال سیاہ اور آنکھیں شہد رنگ تھیں۔ ان دونوں بھائیوں کی شخصیت بھی ایک دوسرے

سے بہت مختلف تھی۔ ازلان خاموش رہنے والا جبکہ آصف کی زبان اگر ایک بار کھل جاتی تو دوبارہ بند کرنا مشکل ہو جاتی۔ ازلان غصے کا تیز جبکہ آصف کو بمشکل

ہی کسی بات پہ غصہ آتا تھا۔

"چلیں؟ یا پھر آج یہیں کھڑے رہنے کا ارادہ ہے۔" ازلان نے اس کے سامنے ہاتھ لہرایا۔

"کہاں جانا ہے؟" اس نے پینٹنگ سے نظر ہٹائی۔ ابرو اچکاتے اسے دیکھا۔

"بختاور کے جاسوس کو ٹھکانے لگانا ہے۔ کافی دن ہو گئے ہیں اسے ہماری خدمتیں وصول کرتے۔" بختاور کا نام سن کر آصف کے چہرے پہ کڑواہٹ سی پھیلی

تھی۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا اور دونوں ایک ساتھ کمرے سے باہر نکل

گئے۔

....

"یہ آخری بار تھا کنول! آئندہ امو(امی) کی اجازت کے بغیر میں تمہیں آئس کریم کھلانے باہر نہیں لاؤں گا۔"

یہ آواز ایک بارہ سالہ لڑکے کی تھی جو ایک چھوٹی بچی کا ہاتھ پکڑے اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ بچی نے جواباً گال پھلا کر اسے دیکھا اور اپنی آئس کریم کون

خاموشی سے ختم کرنے لگی۔

انداز ایسا تھا جیسے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔ وہ دونوں سڑک کنارے چل رہے تھے۔ وہ اپنے گھر سے بس ذرا ہی دور تھے۔ لڑکے نے مسکراتے ہوئے ایک نظر

اس پھولے گالوں والی بچی کو دیکھا۔ اس کے بال پونی ٹیل میں بندھے تھے اور وہ ہر چیز سے بے نیاز بس آئس کریم ختم کرنے کے جتن میں لگی تھی۔ شام کی

سیاہی ہر سو پھیل رہی تھی۔ شہر کے اس علاقے میں اس وقت بہت کم لوگ ہی نظر آتے تھے۔ اور آج تو نہ جانے کیوں ان کے علاوہ یہاں کوئی دکھائی نہیں

دے رہا تھا۔

Clubb of Quality Content

کچھ عجیب تھا۔بہت عجیب۔

ابھی وہ چند ہی قدم آگے گئے ہوں گے جب اچانک ہی ایک بڑی سی سیاہ گاڑی ان کے سامنے آکر رکی تھی۔وہ دونوں دبک کر دو قدم پیچھے ہٹے تھے۔گاڑی کے

دروازے کھلے اور چار افراد تیزی سے باہر نکلے۔ان کے چہروں پہ ماسک لگے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"یہ لوگ کون ہیں بھائی؟"بچی کے ہاتھ سے آئس کریم چھوٹ کر نیچے گر گئی۔

"مم۔۔۔مجھے نہیں پتا کنول!"ڈر کے مارے لڑکے کی آواز کانپ رہی تھی۔بچی ڈری سہمی سی اپنے بھائی کے پیچھے چھپ گئی اور اس کا بازو مضبوطی سے پکڑ

لیا۔چاروں آدمی اب ان کے سر پر آن پہنچے تھے۔ایک آدمی نے کہیں سے گن نکالی اور لڑکے کے سر پر تانی۔

"لے چلو اسے!"وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔لڑکے کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

ان میں سے دو آدمی آگے بڑھے اور اس لڑکے کو کھینچنے لگے۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟کہاں لے جا رہے ہو میرے بھائی کو چھوڑو اسے چھوڑ دو!"بچی اب اپنے بھائی کو بچانے کے لیے ان آدمیوں کو دھکیلنے لگی تھی۔لڑکا بھی خود

کوان کی گرفت سے چھڑوانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔پر ان چار مضبوط آدمیوں کے سامنے وہ بارہ سالہ لڑکا اور سات سالہ لڑکی بہت کمزور تھے۔وہ چاہنے

کے باوجود بھی کچھ نہیں کر سکتے تھے۔لڑکا زور زور سے چیخ رہا تھا۔آدمی نے ہاتھ میں پکڑی گن زور سے اس کے سر پہ دے ماری۔خون کا ایک فوارہ اس کے

سر سے نکلنا جاری ہو گیا۔وہ لڑکھڑا کر زمین پہ جا گرا۔

"بھائی!!!"بچی زور سے چلائی تھی۔وہ فوراً اپنے بھائی کی طرف لپکی تھی۔پر اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتی وہاں کھڑے آدمی نے اسے اس کا بازو دبوچ لیا

تھا۔بچی کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔آدمی زرا سا اس کی طرف جھکا اور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"مر گیا تمہارا بھائی۔سنا تم نے!مر گیا۔"اس نے اپنے آخری الفاظ پر زور دیا تھا۔

بچی کی آنکھیں شاک سے پھیلی تھیں۔اور اسی پل آدمی نے اسے زور سے دھکا دیا۔

اس کا سر سیدھا سڑک پہ جالگا تھا۔

"اس لڑکے کو گاڑی میں ڈالو۔"

اب ایک آدمی لڑکے کو اٹھا کر گاڑی میں ڈال رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس نے دھندلائی بصارت میں جو آخری منظر دیکھا تھا وہ ان میں سے ایک آدمی کے ہاتھ پہ بنا کوئی نشان تھا۔ایک عجیب قسم کا نشان۔

بچی کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھیں۔وہ اس کے بھائی کو لے جا رہے تھے۔اس سے دور۔

اور وہ کچھ نہیں کر پا رہی تھی۔وہ بے بس تھی۔

وہ بھی اسے صاف دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر جسم نے ساتھ نہیں دیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

گاڑی اب سٹارٹ ہو کر اس سے دور جا رہی تھی۔

"چھوڑ دو میرے بھائی کو۔اسے واپس کر دو۔ پلیز اسے چھوڑ دو۔ پلیز!!!"

وہ رو رہی تھی۔ چیخ رہی تھی۔

اچانک اسے اپنے سر پہ کسی کا ہاتھ محسوس ہوا تھا۔

"زویا! زویا کیا ہوا ہے میری بچی!" اس کی سماعتوں میں اپنی ماں کی آواز گونجی۔ تو ایک جھٹکے سے اس کی آنکھ کھل گئی۔

اس نے آس پاس دیکھا۔وہ اپنے کمرے میں تھی۔

خدیجہ بیگم اس کے سراہنے کھڑی پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور ان کے سینے سے لپٹ کر رونے لگی۔

اس کا پورا جسم پسینے سے شرابور تھا۔

"یہ خواب آخر میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتے اماں؟"

اس کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم وہ سب بھول کیوں نہیں جاتی زویا۔اس بات کو سولہ سال گزر گئے ہیں۔اب اسے بھول جاؤ۔"وہ دھیرے دھیرے اس کے بال سہلا رہی تھیں۔"میں

کیسے بھول جاؤں؟ وہ اسے لے گئے۔میری آنکھوں کے سامنے اور میں کچھ بھی نہیں کر پائی۔"

خدیجہ نے گہری سانس لی۔ان کے لیے یہ سب نیا نہیں تھا۔وہ پچھلے سولہ سالوں سے یہ سب سنتی آئی تھیں۔زویا اکثر اس طرح ہوتے ہوئے زور زور سے

چیخنے لگتی تھی۔اس واقعے نے اس پہ بہت گہرا اثر ڈالا تھا۔اور وہ یہ سب بھول نہیں پا رہی تھی۔

"جو باتیں دل کو تکلیف دیں انہیں بھول جانے میں ہی بہتری ہے۔" انہوں نے زویا کے چہرے سے آنسو صاف کیے۔ "اب رونا بند کرو۔ فجر کی نماز کا

وقت ہو گیا ہے۔ اٹھو وضو کر کے آؤ۔ پھر نماز بھی پڑھنی ہے۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ گئیں۔ زویا نے گہرا سانس لے کر خود کو نارمل کیا اور پھر وضو کرنے چلی گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

••

وہ کوئی اپارٹمنٹ تھا جس کے ایک کمرے میں وہ آدمی فرش پر اوندھے منہ گرا پڑا تھا۔ چھت کے عین وسط میں ایک بلب لٹک رہا تھا۔ جس کی روشنی وہاں

کھڑے دونوں آدمیوں کے چہروں پہ پڑ رہی تھی۔ وہ اس آدمی کے سر پہ کھڑے تھے۔ دونوں کے چہروں پہ بے زاری تھی جیسے انہیں زبردستی یہاں لا کر کھڑا

کیا گیا ہو۔ دفعتاً آصف نیچے کو جھکا اور نیچے پڑے آدمی کو شرٹ کے کالر سے پکڑ کر سیدھا کیا۔ آدمی کے منہ اور ناک سے خون بہہ رہا تھا۔

Clubb of Quality Content

"مجھے جانے دو۔میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔آئندہ کبھی میں تم لوگوں کے سامنے بھی نہیں آؤں گا۔بس مجھے چھوڑ دو۔پلیز" وہ گڑگڑا رہا تھا۔آصف کے

چہرے کے زاویے مزید بگڑے تھے۔

اس کے پیچھے کھڑا ازلان تیزی سے آگے آیا اور آدمی کے بالوں سے پکڑ کر اس کا چہرہ اپنی طرف کیا۔

"اپنے مالک سے کہنا یہ جاسوس بھیجنے کا طریقہ اب پرانا ہو چکا ہے۔اگر مجھ سے مقابلہ کرنا ہے تو مرد کی طرح کرے۔یہ بزدلوں کی طرح پیٹھ پیچھے وار کرنا چھوڑ

دے۔"ازلان نے غصے بھری آواز میں کہتے ہوئے ایک جھٹکے سے اس کے بال اپنے ہاتھ
سے آزاد کر دیے۔"دفع ہو جاؤ یہاں سے!"اس نے ہاتھ جھاڑتے

ہوئے دروازے کی جانب اشارہ کیا تھا۔آدمی نے بے یقینی سے ان دونوں کو دیکھا جیسے اپنی
سماعتوں پہ یقین نہ آیا ہو۔وہ پچھلے ایک ماہ سے یہاں بند تھا اور آج

کتنی آسانی سے وہ اسے جانے دے رہے تھے۔

"جاؤ اس سے پہلے کہ میں اپنا ارادہ بدل لوں"ازلان کی آواز میں وارننگ تھی۔

آدمی ایک بھی لمحہ ضائع کیے بغیر اٹھا اور دروازے کی طرف دوڑا۔کمرے کا دروازہ پہلے سے
ہی کھلا تھا۔مگر اس سے پہلے کہ وہ ایک بھی قدم دروازے سے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آگے بڑھتا اسے اپنے بائیں کندھے پہ کسی زوردار چیز کے لگنے کا احساس ہوا۔اس کے منہ سے یک دم کراہ نکلی تھی۔درد کی شدید لہر نے کندھے میں سرایت

کی تھی۔اپنے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو اس کا ہاتھ خون سے بھر گیا تھا۔اس کے کندھے میں گولی لگی تھی۔اس نے خوفزدہ نگاہوں سے مڑ کر پیچھے دیکھا تھا۔ازلان

کے ہاتھ میں گن تھی۔آصف اس کے ساتھ ہی دونوں بازو سینے پہ لپیٹے اطمینان سے کھڑا تھا۔

"اب ایک ماہ تک ہمارے ہمان رہے ہو۔جاتے ہوئے خالی ہاتھ تو نہیں بھیج سکتے نا تمہیں."

آصف نے مسکراتے ہوئے کہا۔یقیناوہ بہت اچھا میزبان تھا۔

سامنے کھڑے آدمی نے تھوک نگلی اور زخمی کندھے کے ساتھ باہر کو بھاگ گیا تھا۔ازلان اور آصف اطمینان سے اپنی جگہ پہ کھڑے رہے تھے۔

"یہ آخری نہیں تھا۔"آصف کی آواز اب سنجیدہ تھی۔"وہ ایسے اور بھی کی جاسوس ہم پہ نظر رکھنے کے لیے بھیجے گا۔"

"بھیجنے دو۔وہ جتنے جاسوس بھیجے گا۔سب کا یہی انجام ہو گا۔"وہ اب کمرے سے باہر نکل آئے تھے۔اس کمرے کے علاوہ باقی کا سارا اپارٹمنٹ بہت شاندار تھا۔

وہاں دو کمرے، کچن اور ایک ٹی وی لاؤنج تھا۔اپارٹمنٹ کا داخلی دروازہ کھلا تھا۔مطلب وہ آدمی باہر جا چکا تھا۔ازلان دھپ سے لاؤنج میں پڑے

صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔اپارٹمنٹ میں ضرورت کی ہر شے موجود تھی۔مگران کے مہمانوں کے لیے نہیں۔ان کے اپنے لیے۔بختاور کے ہر جاسوس کو وہ مہمان

کہتے تھے۔اور جب وہ مہمان ان کے ہتھے چڑھتا تو یہاں لا کر اس کی خوب "مہمان نوازی" کی جاتی تھی۔

چائے پیو گے ؟"آصف نے کچن کی جانب جاتے پوچھا۔ازلان نے نفی میں سر ہلایا۔

"چائے کو رہنے دو۔پہلے جو فرش پہ خون گرا ہے اسے صاف کرو۔"ازلان کی آواز پہ کچن کی جانب جاتے آصف کے قدموں کو بریک لگی تھی۔اس نے مڑ کر

پہلے ازلان کو اور پھر فرش کو دیکھا جہاں اس آدمی کے کندھے سے نکلنے والے خون کے چھینٹے گرے پڑے تھے۔

"ایکسکیوز می!!!گن چلانے والے تم تھے!میں نہیں۔اسی لیے یہ سب صاف بھی تم ہی کرو گے۔"آصف نے فرش کی جانب اشارہ کیا۔ازلان نے گردن

کھجائی تھی۔

"دیکھو! ابھی مجھے ناذرا تھکاوٹ محسوس ہو رہی ہے۔اس بار صاف کر دو اگلی بار میں کر دوں گا۔" بہت کھلے دل سے اس نے پیشکش کی تھی۔آصف نے گہرا

سانس لیا۔

"یہ آخری بار ہے۔اس کے بعد سے ہر بار تم ہی یہ کام کیا کرو گے۔" حتمی انداز میں کہتا کچن کی جانب بڑھنے لگا تھا جب ازلان کی آواز آئی۔

"یہ سب صاف کر لینا تو مجھے چائے بھی پلا دینا۔" آصف کے تو گویا تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ کھا جانے والی نظروں سے ازلان کو گھورا تھا۔

"کہو تو زہر لا دوں۔"

ازلان نے سرینڈر کرنے والے انداز میں دونوں ہاتھ کھڑے کر دیے۔

آصف "ہونہہ" کہتا کچن میں غائب ہو گیا تھا۔ازلان کے چہرے پہ بے ساختہ ہی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

••

بختاور عثمان اپنے بنگلے کی سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ بلیک سوٹ میں ملبوس، سیاہ بال جیل سے سیٹ کیے، چھے فٹ سے نکلتا قد، کھلتی گندمی رنگت اور بھوری سنجیدہ

آنکھیں۔ وہ فون کی اسکرین پہ کچھ ٹائپ کرتا باہر پورچ تک آیا۔ ایک گارڈ تیزی سے اس کی جانب دوڑتا ہوا آیا اور دھیرے سے اسے کچھ بتایا تھا۔ اس کی بھوری

آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔ چہرے کے گرد سختی در آئی تھی۔ اس نے گارڈ کو کچھ اشارہ کیا۔ ہاتھ میں پکڑا فون کوٹ کی جیب میں ڈال دیا تھا۔ اس کا بنگلہ بہت ہی

شاندار تھا۔چاروں اطراف میں وسیع لان تھا جس کے آس پاس بڑی بڑی دیواریں تھیں۔

کچھ ہی سیکنڈز میں گارڈ واپس لوٹا۔

اب کی بار اس کے ساتھ وہی جاسوس تھا۔اس کے کندھے پہ پٹی لگی تھی.۔جاسوس فوراً گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا اور اپنے ہاتھ جوڑ دیے۔

"مجھے معاف کر دیں باس! میں نہیں جانتا نہیں آپ کے بارے میں کیسے پتہ چلا۔میں نے انہیں کچھ نہیں بتایا باس-میرا یقین کریں۔مجھے معاف کر دیں۔"وہ

خوف سے کانپ رہا تھا۔شاید اسے اپنے انجام کا پتہ تھا۔

"کھڑے ہو جاؤ!!!"بختاور کی آنکھوں میں غصہ اترا ہوا تھا۔جاسوس جلدی سے سر جھکائے کھڑا ہو گیا۔

"ہمم۔یہ تحفہ لائے ہو وہاں سے۔"وہ اس کے کندھے پہ لگی پٹی کو دیکھ رہا تھا۔

"باس مجھے معاف۔۔۔۔۔"اس کے اگلے الفاظ منہ میں ہی دم توڑ گئے کیونکہ بختاور نے اس

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

کا زخمی کندھا زور سے پکڑ کر دبایا تھا۔درد کی شدت سے آدمی نے مٹھیاں بھینچ لیں۔وہ گھٹنوں کے بل زمین پہ بیٹھتا چلا گیا تھا۔بختاور دو قدم پیچھے ہٹا، گن نکالی

اور ایک ساتھ تین گولیاں اس کے سینے میں اتار دیں۔

"نفرت ہے مجھے تم جیسے بزدل انسانوں سے۔" آدمی اب بے جان ہو گیا تھا۔ آس پاس خون ہی خون پھیل گیا تھا۔

"لے جاؤ اسے یہاں سے۔" بختاور اس کی لاش کو ٹھوکر مارتا اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا تھا۔ گاڑی کے پاس کھڑے گارڈ نے تیزی سے اس کے لیے دروازہ

کھولا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

•••••••••••••••••••••••••••••••••••

"تم نے بتایا نہیں آنٹی کو میری بنائی پینٹنگ پسند آئی کہ نہیں؟" وہ یونیورسٹی کی کینٹین میں اپنی دوست مہرین کے ساتھ بیٹھی اس سے پوچھ رہی تھی۔ آس پاس

Clubb of Quality Content

اور بھی بہت سے اسٹوڈنٹس بیٹھے اپنی اپنی باتوں میں مگن تھے۔

"ہاں زویا! ! مام کو تمہاری پینٹنگ بہت پسند آئی تھی اور تمہیں پتہ ہے! انہوں نے وہ پینٹنگ

بھائی کے کمرے میں لگوادی ہے۔"

مہرین نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

زویا ہلکا سا مسکرائی تھی پھر سامنے رکھی چپس کی پلیٹ میں سے چپس اٹھا کر کھانے لگی۔

"ویسے مجھے یہ بتاؤ تم میرے گھر کب آؤ گی؟"

"تمہارے گھر؟" زویا کے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔

"ہاں بھئی۔ دو سال ہو گئے ہیں ہماری دوستی کو اور تم ایک بھی بار میرے گھر نہیں آئی۔"

مہرین نے مصنوعی خفگی ظاہر کی۔

"یار میں تمہارے گھر آکر کیا کروں گی؟ آنٹی سے تو ویسے بھی ہر ہفتے یونی میں ہی ملاقات ہو جاتی ہے۔"

"میں تمہیں اپنے باقی گھر والوں سے بھی ملوانا چاہتی ہوں۔ پلیز مان جاؤ نا پلیز!!!۔"اس نے اب زویا کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔زویا نے گہرا سانس لیا۔

"ٹھیک ہے۔ کل ہفتہ ہے تو ہمیں یونیورسٹی سے آف ہو گا۔ایسا کرتے ہیں میں کل ہی تمہارے گھر آجاؤں گی۔"زویا سوچ کر بول رہی تھی۔

"سچ میں؟"مہرین بے یقین تھی۔

نادلز کلب
Clubb of Quality Content

"ہاں ہاں سچ کہہ رہی ہوں۔"زویا نے ہنستے ہوئے کہا۔مہرین کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں ایک ساتھ کینٹین سے باہر نکل رہی تھیں جب اچانک مہرین کو یاد آیا۔

"اچھا یہ بتاؤ آج کل تمہارے سبھان بھائی کیا کر رہے ہیں؟"اس کی آواز میں شرارت تھی۔

"میرے سبحان بھائی؟"زویا نے بھائی لفظ پہ زور دیا تھا۔

"اچھا اچھا۔تمہارے سبحان اور میرے بھائی۔اب ٹھیک ہے!"زویا بس سر جھٹک کر رہ گئی تھی۔

مہرین کے بس میں ہوتا تو سبحان کو کسی طرح اس کا بھائی ہی بنا دیتی۔

"ویسے زویا! سچ بتاؤں تو کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے میں خود تمہاری ماما کے پاس جاؤں اور انہیں سبحان بھائی سے تمہاری منگنی توڑنے کا کہہ دوں۔ وہ

تمہیں بالکل بھی ڈیزرو نہیں کرتے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مہرین کا لہجہ اب سنجیدہ ہو گیا تھا۔ زویا بس خاموشی سے اس کے ساتھ چلتی رہی۔

مہرین کی یہ باتیں دو سال سے سن سن کر اب اسے حفظ ہو چکی تھیں۔

"تم مجھے یہ بتاؤ میں کل کسی ٹائم تمہارے گھر آؤں؟"زویا سجان والے ٹاپک پہ مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی سو اس نے بات بدلنے کے لیے پوچھا۔

"جب بھی تمہارا دل چاہے آجانا۔"

"ٹھیک ہے۔پھر میں کل شام کو آجاؤں گی۔"

••••••••••••••••••••••••••••••

اگلے دن زویا اپنے کمرے میں کھڑی مہرین کے گھر جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔اس

نے جامنی ٹاؤن پر رنگ کا ٹراؤزر اور لانگ شرٹ پہن رکھی تھی۔سیاہ بال اونچی پونی ٹیل

میں بندھے تھے۔سفید رنگت، مخمل جیسی جلد اور شہد رنگ آنکھیں میک اپ کے بغیر ہی بہت حسین لگتی تھیں۔

اس نے جلدی جلدی جوتا پہنا اور دوپٹہ صراحی دار گردن میں ڈال لیا۔پھر اپنا فون اور پرس اٹھایا، ایک نظر خود کو آئینے میں

دیکھااور کمرے سے باہر نکل آئی۔مہرین کو کتابیں پڑھنا پسند تھاتو اس نے سوچا پہلے وہ اس کے لیے کتاب خریدنے کسی بک شاپ

پہ جائے گی۔وہ پہلے ہی لیٹ ہو رہی تھی۔باہر لاؤنج میں آئی تو خدیجہ سامنے صوفے پہ بیٹھی چائے پی رہی تھیں۔

"اماں! میں اب جا رہی ہوں۔اندھیرا ہونے سے پہلے واپس آجاؤں گی۔"زویاان کی طرف آئی اور اپنے بازوان کے گرد پھیلائے۔

"مطلب؟"

خدیجہ نے ہاتھ میں پکڑا کپ سامنے ٹیبل پہ رکھا۔

"ٹھیک ہے۔ دھیان سے جانا۔ میں نے تو کہا بھی تھا سبحان سے کہو وہ تمہیں چھوڑ آئے گا۔"

"آپ فکر مت کریں۔ میں چلی جاؤں گی۔" وہ سیدھی ہوتے ہوئے مسکرائی۔ سبحان سے

کسی بھی قسم کا فیور لینے کے حق میں وہ بالکل بھی نہیں تھی۔ وہ انہیں خدا حافظ کہتی

باہر نکل آئی۔ ابھی اس نے گیٹ عبور ہی کیا تھا کہ سامنے سے سبحان کی گاڑی آتی

دکھائی دی۔ اس کے قدموں کو وہیں بریک لگ گئی۔

اس کے سامنے لیپ ٹاپ کھلا تھا۔ جس پہ وہ کھٹ کھٹ کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔ ہلکی سی دستک کے بعد دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔

اف! یہ اس وقت یہاں کیا کر رہا تھا؟

"یااللہ پلیز! اس ٹائم میں اس کی باتیں نہیں سن سکتی۔" بڑبڑاتے ہوئے آنکھیں میچ کر کھولیں۔

سبحان کی کار اس کے سامنے آ کر رکی۔ دروازہ کھلا اور سبحان باہر نکلا۔

وہ زویا سے تین سال بڑا تھا۔ قد چھ فٹ۔ شکل وصورت میں نارمل سا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم کہیں جا رہی ہو؟؟" سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا۔

"ہاں! ایک فرینڈ سے ملنے جانا ہے۔" وہ جبراً مسکرائی تھی۔

"اوہ!" سبحان کو جیسے مایوسی ہوئی تھی۔ "میں تو تم سے بھی ملنے آیا تھا۔

پر کوئی بات نہیں۔ آؤ میں نہیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔" اس نے اپنی گاڑی کی جانب اشارہ کیا.

Clubb of Quality Content

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔میں نے کیب بلوالی تھی۔"زویا نے وہاں کھڑی کیب کی طرف اشارہ کیا۔

"میں چلتی ہوں۔مجھے دیر ہو رہی ہے۔"وہ اس کو جواب کا موقع دیے بغیر ہی کیب کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"اچھا پھر ایسا کرتے ہیں۔ڈنر کا پلان کینسل کر دیتے ہیں۔آج تم ریسٹ کرو۔"اریج مسکرائی۔وہ اس کے لیے ہمیشہ

سبحان سر جھٹکتا خدیجہ سے ملنے گھر کے اندر چلا گیا تھا۔

••••••••••••••••••••••••••

"ارے یار! ایک تو مہرو نے صبح سے کال کر کر کے میرا سر کھالیا ہے۔" آصف اپنے فون کو دیکھتے بولا جس پر مہرین کی کال آرہی تھی۔

وہ اور ازلان اس وقت آفس سے گھر جا رہے تھے۔ ازلان ڈرائیونگ کر رہا تھا اور آصف ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا اپنے فون کو گھور رہا تھا۔

گاڑی سڑک پہ رواں دواں تھی۔

"پتہ نہیں ایسی کونسی دوست ہے جس سے ملوانے کے لیے وہ اتنی بے تاب ہو رہی ہے۔ مجھے بھی صبح سے دس بار کال کر کے ٹائم پہ پہنچنے کا کہہ چکی ہے۔"

Clubb of Quality Content!

ازلان نے سر جھٹکتے کہا۔

اسی پل ازلان کا فون بجنے لگا۔ ایک لمحے، صرف ایک لمحے کے لیے اس نے سڑک سے نظر ہٹا کر کپ ہولڈر میں رکھے اپنے فون کی اسکرین کو دیکھا تھا۔

"ازلان سامنے دیکھو!!!"آصف یک دم چلایا تھا۔ازلان نے فوراً بریک پہ پاؤں رکھا ۔گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔اگر وہ اسی پل بریک نہ لگاتا تو یقیناً

سامنے سے آتی لڑکی گاڑی سے ٹکراجاتی۔ازلان نے ونڈاسکرین سے باہر کا منظر دیکھا۔

گاڑی اس لڑکی سے ٹکرائی نہیں تھی پھر بھی وہ سڑک پہ گرگئی تھی۔ان کی گاڑی کے عین سامنے۔وہ دونوں جلدی سے گاڑی سے باہر نکل کر اس لڑکی کی

جانب لپکے تھے۔

تھے۔ سفید شلوار قمیص میں ملبوس، سیاہ بالوں میں بہت سے سفید بال گھل گئے تھے۔ عمر کوئی ساٹھ کے قریب قریب تھی مگر خود کو اس قدر فٹ رکھا تھا کہ

"ہائے اللہ! مار ڈالا مجھے۔ میرا پاؤں!" لڑکی کا سر جھکا تھا۔ وہ اپنے پاؤں پہ ہاتھ رکھے چلا رہی تھی۔ ازلان اور آصف نے آپس میں نظروں کا تبادلہ کیا۔

کہیں اس کا پاؤں ٹوٹ تو نہیں گیا؟

"آپ ٹھیک تو ہیں؟" آصف اس کے سامنے کھڑا پریشانی سے پوچھ رہا تھا۔ لڑکی کے دائیں جانب ایک موٹی سی کتاب گری پڑی تھی۔ جو وہ ابھی ابھی ایک

شاپ سے خرید کر نکلی تھی۔اس نے اپنے پاؤں سے نظر ہٹا کر سامنے کھڑے دونوں آدمیوں کو دیکھا۔ایک شہد رنگ آنکھوں والا، جس کے چہرے پہ پریشانی تھی۔

اور دوسرا، نیلی آنکھوں والا۔اس کی آنکھیں کسی سمندر کی مانند لگتی تھیں۔ گہری۔ سرد۔

وہ جیسے اپنی آنکھوں سے ہی سامنے والے کو برف کر دینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔

زویا جلدی سے اپنے کپڑے جھاڑتی کھڑی ہوئی اور ان دونوں کو گھورا۔

"اندھے ہو کر گاڑی چلاتے ہو کیا؟؟؟۔وہ یک دم چلائی۔آصف نے سکھ کا سانس لیا تھا۔

وہ کھڑی تھی۔مطلب اس کا پاؤں ٹوٹا نہیں تھا۔گڈ!

مہرین مسکراتے ہوئے کھڑی ہوئی۔

"آصف بھائی! میں کب سے آپ دونوں کو کالز کر رہی تھی۔آپ نے میرا فون کیوں نہیں اٹھایا؟؟؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اوہ! تو وہ مہرین کے بھائی تھے۔ مہرین کے بھائی جن کے ساتھ وہ کچھ دیر پہلے جھگڑا کر کے آئی تھی!!! نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔

زویا نے اپنا چہرہ جھکا لیا تھا۔

"ایکسکیوز می! ہم لوگ بالکل ٹھیک ہی ڈرائیو کر رہے تھے۔ آپ ہی بغیر دیکھے سڑک کراس کر رہی تھیں میڈم۔" ازلان اطمینان سے بولا تھا۔

"اوہ! تو اپنی غلطی اب میرے سر ڈال رہے ہیں آپ مسٹر... (وہ اس کا نام لینے لگی۔ پھر یاد آیا اسے تو اس کا نام نہیں پتہ) واٹ ایور۔" سینے پر بازو لپیٹے غصے سے

Clubb of Quality Content

"اس سے ملیں۔ یہ ہے میری بیسٹ فرینڈ زویا۔"(اور تمہارے بھائیوں کی دشمن)

انہیں دیکھا۔

"ہیلو!"زویا کی آواز کمزور تھی۔

"زویا! یہ میرے بھائی ہیں۔آصف بھائی شہد رنگ آنکھوں والے مرد کی جانب اشارہ کیا۔"
اور ازلان بھائی۔"نیلی آنکھوں والا مرد۔زویا پھیکا سا مسکرائی۔

"دیکھو! ابھی ہم لڑائی کے موڈ میں نہیں ہیں۔خاص طور پر ایک لڑکی کے ساتھ تو بالکل بھی
نہیں۔"آصف نے اسے سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے کہا۔زویا کے

تو جیسے سر پہ کسی نے ڈنڈا دے مارا ہو۔

"تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟ میں لڑکی ہوں تو تم لوگوں سے ڈر جاؤں گی۔ تو میری ایک بات کان کھول کر سن لو مسٹر ز!!! میں بھی زویا ہوں۔" انگلی سے سینے پہ

دستک دی۔ آس پاس لوگ اب اکٹھے ہو کر یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

وہ اس وقت معصومیت کے سارے ریکارڈز توڑ رہی تھی۔ مہرین کے ماتھے پہ بل پڑے۔ اس نے کب ان کی ڈرائیونگ سکلز کی تعریف کی؟ اس نے یاد کرنا

"تم دونوں کو ایسا سبق سکھاؤں گی کہ یاد رکھو گے۔ جانتے نہیں ہوا بھی تم لوگ مجھے۔" اس کا نفس پھول گیا تھا۔ چہرہ سرخ ہوا۔

"ویسے ڈرائیونگ سے یاد آیا۔ آپ کو پتہ ہے بھائی۔" مہرین اب اپنے بھائیوں کی رف متوجہ ہوئی۔ وہ دونوں ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھے تھے۔

"ایسا کرتے ہیں پہلے کہیں بیٹھ کر ایک دوسرے کا تعارف کروا لیتے ہیں۔ ایسے ہم آپ کو جان بھی جائیں گے۔" یہ پیشکش آصف کی طرف سے دی گئی تھی۔

مطلب وہ ادھر اتنی سیریس بات کر رہی ہے اور اسے مذاق کی سوجھی ہے؟

"دیکھ لوں گی میں تم دونوں کو۔" زویا نے انگلی سے ان دونوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"اچھا! اتنی ہمت ہے تم میں ؟" ازلان اب آپ سے تم پر آگیا تھا۔وہ دو قدم آگے آیا۔

"آنئ وہ۔۔۔" وہ کچھ کہنے کے لیے الفاظ تلاش کر رہی تھی۔کیسے بتاتی ان کو کہ وہ اندھے گدھے کوئی اور نہیں بلکہ ان کے ہی بیٹے تھے۔اسی پل دو تین ملازم

ادھر آئے۔چائے اور دیگر لوازمات ٹیبل پہ رکھے اور واپس چلے گئے۔صد شکر اتنے میں مہرین اور فضیلہ کسی اور بات کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔وہاں بیٹھے

ازلان کی سرد نگاہیں اس کے چہرے پہ تھیں۔آصف،عباس صاحب سے کوئی بات کر رہا تھا۔زویا نے فوراً کوئی بات سوچی جو فی الحال اس کے اندر پھیلتی ٹینشن

دونوں بازو سینے پہ لپیٹے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔زویا کو اس کے جسم سے اٹھتی کلون کی مہک اپنے آس پاس پھیلتی محسوس ہو رہی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے تم مجھے اپنی یہ بڑی بڑی نیلی آنکھیں دکھا کر ڈرا لو گے؟"انگلی سے اس کی آنکھ کی طرف اشارہ کیا۔ازلان نے کچھ کہنے کے لیے لب

وا کیے مگر اس سے پہلے ہی زویا کا فون بجنے لگا تھا۔زویا نے آس پاس نظر دوڑائی تو اس کی نظر اپنے پرس پہ پڑی جس میں رکھا اس کا فون بج رہا تھا۔پرس بھی

کتاب کے ساتھ ہی سڑک پر گرا پڑا تھا۔وہ نیچے بیٹھ کر اب اپنا پرس اور کتاب اٹھا رہی تھی۔

نے سامنے رکھا جائے کا کپ اٹھا کر اسے تھمایا۔ وہ اس کی اندرونی کیفیات سے بے خبر تھی۔
زویا نے جائے کے ایک دو گھونٹ اندر اتارے پھر کپ واپس رکھا،

"کتنے بے حس ہو تم لوگ! میری کتاب بھی گرا دی۔ انسانوں کی نہیں تو کم از کم کتابوں کی ہی عزت کر لیا کرو۔" وہ کتاب پر سے مٹی صاف کرتے بولی۔

"مجھے اب چلنا چاہیے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پھر اٹھی۔ پرس کندھے پہ لٹکایا، کتاب کو واپس شاپنگ بیگ میں ڈالا اور ان دونوں کو دیکھا۔

"ہٹو اب میرے راستے سے۔" ان دونوں کے درمیان سے راستہ بناتے گزری اور کچھ فاصلے پہ جا کر مڑی۔ وہ دونوں ابھی بھی وہیں کھڑے اسے دیکھ رہے

"پر بیٹا آپ تھوڑی دیر تو بیٹھیں۔ایسے کچھ بھی کھائے بغیر کیسے جاسکتی ہو؟"

"جی آنٹی۔میں ضرور بیٹھ جاتی مگر بات ایکچولی یہ ہے کہ آج گھر پر کچھ مہمان آنے والے ہیں تو میرا جانا ضروری ہے۔میں تو آج بھی نہیں آرہی تھی۔

تھے۔زویا نے ان کی طرف دیکھ کر برا سا منہ بنایا اور "ہونہہ" کہہ کر آگے بڑھ گئی تھی۔وہ نظروں سے اوجھل ہوئی تو ازلان نے آصف کی طرف چہرہ موڑا

جو اسے ہی دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"یہ تمہیں کس بات پہ اتنی ہنسی آرہی ہے؟"

"سوچ رہا ہوں کوئی تو میرے جیسا بھی اس دنیا میں ہے۔" وہ شوخی سے بولا تھا۔

"مطلب یہ کہ میری طرح اس لڑکی پر بھی تمہاری باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ میری طرح وہ بھی تم سے نہیں ڈرتی۔" اس کا انداز محظوظ ہونے والا تھا۔

"اگر تمہاری یہ فضول باتیں ختم ہو گئی ہوں تو چلیں؟ ہمیں گھر پہنچنا ہے۔" ازلان غصہ ضبط کرتے گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

"جیسا تم کہو مسٹر واٹ ایور!" آصف نے بلند قہقہہ لگایا تھا۔ جبکہ ازلان اسے مکمل نظر انداز کرتا گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔ آصف کو اب اسے کچھ دن تنگ کرنے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کے لیے ٹاپک مل گیا تھا۔

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اس پر تعیش آفس روم میں ہر چیز امیری کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ وہاں ریوالونگ چیئر پہ بختاور بیٹھا تھا۔

بختاور نے لیپ ٹاپ سے نظر ہٹا کر دروازے کو دیکھا جہاں ارتج سرمد کھڑی تھی۔ وہ بختاور کی منگیتر تھی۔

ایک بارہ سالہ لڑکا تھا جس نے بچی کے کندھوں پہ بازو پھیلا رکھا تھا۔ وہ دونوں مسکراتے ہوئے کیمرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

گلابی رنگ کی جینز اور ٹاپ پہنے، اس کے شولڈر کٹ گولڈن ڈائی بال اور چہرے پہ ہلکا سا میک اپ اس کی خوبصورتی کو مزید نکھار رہے تھے۔

"ہم اپنی پرانی زندگی کو یہیں دفن کر کے جا رہے ہیں۔اس گھر،اس شہر کے ساتھ۔"

خدیجہ کی بات آج بھی اسے یاد تھی۔وہ اپنی ہر پسندیدہ چیز، یہاں تک کہ اپنے پسندیدہ کھلونے بھی وہیں چھوڑ آئی تھی۔

اریج مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔بختاور نے مسکراتے ہوئے لیپ ٹاپ بند کیا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔

"وہاں کیوں کھڑی ہو؟"وہ اس تک آیا اور اسے اس کے کندھوں پہ بازو پھیلایا۔اسے لیے کرسی کی طرف آیا۔اس کے لیے کرسی کھینچی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اسے بیٹھنے کو کہا۔

کر چہرہ بھگو رہے تھے۔وہ کتنی ہی دیر اس تصویر کو رکھتی رہی تھی۔

"تم بھول گئے کیا؟آج ہمارا باہر ڈنر کرنے کا پلان تھا اور تم ابھی تک آفس کے کاموں میں ہی بزی ہو۔"وہ کرسی پہ بیٹھتے بولی تھی۔

"بھولا نہیں تھا۔بس ایک ضروری کام کرنا تھا۔پر تم فکر مت کرو میں اب فری ہوں۔"

بختاور نے کلائی میں پہنی گھڑی دیکھی۔ارتج نے بغور اسے دیکھا۔

وہ آج کچھ پریشان لگ رہا تھا۔

"تم کیوں رو رو کر اپنی آنکھوں کو تھکا لیتی ہو زویا۔"

"بختاور!" ارتج نے اس کے بازو پہ ہاتھ رکھا۔ "کچھ ہوا ہے کیا؟"

"کاش نام پتہ بدل لینے سے انسان اندر سے بھی بدل جاتا اماں۔"

آواز گیلی ہو گئی تھی۔ خدیجہ بہ آہستہ آہستہ اس کے بال سہلانے لگیں۔ آج انہوں نے اسے خاموش نہیں کروایا تھا۔ وہ جتنا روئے گی اس کے دل کا غبار اتنا ہی

"نہیں۔ کچھ نہیں ہوا۔ بس آج کام کچھ زیادہ تھا تو اس لیے شاید تھک گیا ہوں۔"

ہی فکر مند ہو جاتی تھی۔

بختاور نے نفی میں سر ہلایا۔

"ہم ابھی چل رہے ہیں۔ ویسے بھی میری ساری تھکن تو تمہیں دیکھنے سے ہی دور ہو جاتی ہے۔" بختاور آہستہ آہستہ اس کے بالوں میں ہاتھ چلا رہا تھا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••••••••

نوولز کلب
Clubb of Quality Content!

مہرین کا گھر اس کی سوچ سے بھی بڑا تھا۔ نہیں گھر نہیں بلکہ اسے محل کہنا بہتر ہو گا۔ سفید محل کے چاروں اطراف میں وسیع لان تھا۔اور پھر اس لان کے گرد

بھی بڑی بڑی چار دیواری تھی۔ زویا پرس کندھے پہ لٹکائے پتھروں سے بنی روش پر چلتی سامنے کھڑی مہرین اور فضیلہ بیگم کی طرف آرہی تھی۔ مہرین کے

چہرے پہ بڑی سی مسکراہٹ تھی۔ وہ ان دونوں تک پہنچی اور انہیں سلام کیا۔ فضیلہ نے اسے بھینچ کر گلے لگایا تھا۔ مہرین بھی اسے یوں ملی جیسے بہت سالوں بعد

مل رہی ہو۔

"یہ میں تمہارے لیے لائی ہوں۔" زویا نے شاپنگ بیگ مہرین کی طرف بڑھایا۔

"تھینک یو زویا" مہرین نے اس کے ہاتھ سے بیگ لے لیا۔

"اچھا اب اندر تو لے کر آئو اسے۔" فضیلہ نے مہرین کو ڈپٹا۔ مہرین نے زویا کے بازو میں اپنا بازو ڈالا اور اسے لیے گھر کے اندر آ گئی۔ باہر کی طرح اندر سے بھی

گھر کی خوبصورتی دیکھ کر لمحے بھر کو سانس رک جاتا تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی مہرین کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ سامنے ہی صوفے پہ عباس خان بیٹھے

اپنی عمر سے دس سال چھوٹے ہی لگتے تھے۔ان کی شخصیت میں ایک الگ سا رعب تھا جو زویا نے دور سے ہی محسوس کر لیا تھا۔

"یہ میرے ڈیڈ ہیں۔"مہرین نے سر گوشی کرتے ہوئے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

زویا نے ان کے پاس پہنچ کر انہیں سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام بیٹا۔کیسی ہیں آپ؟"ان کی آواز بھی ان کی شخصیت کی طرح رعب دار تھی۔

"میں ٹھیک ہوں انکل"۔وہ مسکرائی۔

"کھاؤ گے؟"جس کا پیکٹ ازلان کی طرف بڑھایا۔

"ارے بیٹھو تو سہی۔ کیا کھڑے کھڑے ہی ساری باتیں کر لو گی۔" مہرین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے صوفے پہ بٹھایا۔ خود بھی اس کے عقب میں ہی بیٹھ گئی۔

"ویسے تم اتنی لیٹ کیوں آئی ہو؟"

"کیا بتاؤں مہرو! میں بک شاپ سے تمہارے لیے کتاب خرید کر نکلی ہی تھی کہ سامنے سے دو اندھے گدھوں کی گاڑی مجھ سے ٹکراتی ٹکراتی رہ گئی۔" زویا

نے سر جھٹکتے ہوئے بتایا۔ ان دونوں کی شکلیں ایک بار پھر آنکھوں کے سامنے آگئی تھیں۔

"کیا بیٹا! اندھے گدھے؟" عباس صاحب نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ فضیلہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

"ہم آگئے!!!" آواز پہ ان سب نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا تھا۔ جہاں سے آصف اور ازلان اندر داخل ہو رہے تھے۔ زویا کی آنکھیں حیرت سے

میٹنگ کے لیے جانا تھا مگر وہ میٹنگ سے کچھ دیر پہلے گھر آگیا تھا۔ بے چارے نے کچھ دیر آرام کرنے کا سوچا تھا مگر آرام کرتے کرتے کب اس کی آنکھ لگ گئی،

پھیل گئیں۔ ان دونوں نے ابھی زویا کو نہیں دیکھا تھا۔ پر یہ لوگ یہاں کیا کر رہے تھے؟

"وہ۔۔۔ میں سو گیا تھا۔"

Clubb of Quality Content

"اچھا بھئی اب تو آ گئے ہیں نا۔" ازلان نے اس کے کندھے پہ بازو پھیلایا۔

(ہونہہ! اب کتنی تمیز سے بات کر رہا ہے اور مجھ سے تو ایسے بول رہا تھا جیسے پانچ لوگوں کا قتل کر کے آیا ہو۔) زویا نے کڑھتے ہوئے سوچا۔ مہرین جلدی سے

زویا کی طرف آئی۔

مہرین نے زویا کو کہنی ماری کہ بہن شکل تو دکھاؤ!۔ زویا نے تھوک نگلی۔ چہرہ اٹھا کر اوپر دیکھا۔ ازلان اور آصف کے چہروں سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"مجھے یاد آیا۔" وہ ازلان کی بات کاٹتے جلدی سے کھڑا ہوا۔ "ڈیڈ نے مجھے بلایا تھا۔ میں تو بھول ہی گیا۔" سر پر ہاتھ مارتے وہ فوراً باہر بھاگا تھا۔ ازلان کا لیکچر سننے

"تو آپ ہیں مس زویا۔" ازلان نے اس کے نام پر زور دیا تھا۔

ازلان بس سر جھٹک کر رہ گیا۔ وہ اس سوتی روح کا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

"ہمیں تو تم سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا۔" یہ آصف تھا۔ "بہت سنا تھا مہرو سے تمہارے بارے میں۔ خاص طور پر تمہارے اچھے اخلاق کے بارے میں۔"

آصف بظاہر بہت خوشدلی سے کہہ رہا تھا مگر زویا اس کی بات میں چھپے الفاظ اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔

شام کے وقت محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی تھیں۔اس سے ان کے مہینے کا گزر بسر اچھے سے ہو جاتا تھا اور جہاں تک بات ہے زویا کی تعلیم کی تو اسے کالج اور

"مجھے بھی آپ دونوں سے مل کر خوشی ہوئی۔میں نے بھی مہرین سے آپ کی بہت تعریفیں سنی ہیں۔خاص طور پر آپ کی ڈرائیونگ سکلز کے بارے میں۔"

سو اس کی تعلیم کے اخراجات کی تو انہیں فکر ہی نہیں تھی۔زویا بھی اپنے کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آئی تھی۔سیاہ ٹراؤزر پہ ہلکے گلابی رنگ کی ڈھیلی ڈھالی

سی شرٹ پہن رکھی تھی۔بال کیچر میں بندھے تھے۔اس کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی سب بچوں نے اسے سلام کیا تھا۔اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا

چاہا۔پر اگر تعریف کی ہوتی تو ہی یاد بھی آتا۔ازلان اور آصف نے آپس میں نظروں کا تبادلہ کیا۔یہ لڑکی واقعی پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں تھی۔

"ابھی یہاں آتے وقت دو اندھے گدھے زویا کے اندر گاڑی مارنے والے تھے۔"مہرین سنجیدگی سے انہیں بتا رہی تھی۔آصف یک دم اپنی جگہ پہ اچھلا تھا۔

"زویا!انہیں ذرا سنبھالنا۔میں ابھی آتی ہوں۔"خدیجہ کہتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔زویا ٹھوڑی تلے ہاتھ جمائے ان سب کو دیکھ رہی تھی۔اس کی

"اوہ!اندھے گدھے ے ے ے۔"ازلان نے گدھے کو کچھ زیادہ ہی کھینچ ڈالا تھا۔

"پر بیٹا تم نے بتایا نہیں وہ تھے کون ؟"فضیلہ نے پوچھا تھا۔ازلان اور آصف دونوں جانچتی نظروں سے زویا کو دیکھ رہے تھے۔جو کبھی مہرین تو کبھی ان دونوں

کو دیکھتی تھی۔وہ سب اس کے جواب کے منتظر تھے۔

"ادھر آؤ۔"زویا نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے پاس بلایا۔وہ نوٹ بک بند کرتا فوراً اٹھا اور اس کے پاس آگیا۔سات سال کا وہ پھولے گالوں والا بچہ چہرہ

Clubb of Quality Content

جھکائے کھڑا تھا۔زویا نے ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر کیا۔

کو ختم کرنے میں مددگار ثابت ہو۔

فہد نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

"تم کل یونیورسٹی آؤ گی مہرو؟" دماغ میں پہلی بات یہی آئی تھی۔ مہرین پوری کی پوری اس کی طرف گھومی تھی۔

فہد نے نفی میں سر ہلایا۔

"اب تم مجھ سے بھی چھپاؤ گے؟" زویا نے مصنوعی خفگی ظاہر کی۔ ایک بار پھر فہد نے زور زور سے نفی میں سر ہلانا شروع کر دیا۔

"زویا کل سنڈے ہے۔"

"اوہ! ہاں میں... میں بھول گئی تھی۔کل تو سنڈے ہے۔"وہ مسکرانے کی سعی کر رہی تھی مگر ناکام ہو رہی تھی۔ازلان کی نظریں اسے الجھا رہی تھیں۔مہرین

اس کا باپ ایک جواری تھا۔وہ اکثر ہی نشے میں دھت محلے کی گلیوں میں پھرتا نظر آتا تھا۔اس کی ان عادات سے پورا محلہ واقف تھا۔مگر وہ اپنی بیوی کو مارتا بھی

اپنا پرس اٹھایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔سب کی گردنیں اس کی طرف مڑی تھیں۔

"کیا؟ مگر ابھی تو تم آئی ہو۔"مہرین بھی کھڑی ہو گئی تھی۔

"وہ کیا ہے نا میں اماں رات ہونے سے پہلے واپس آنے کا کہہ آئی تھی اور تم تو جانتی ہو اگر میں جلدی گھر نہیں گئی تو وہ پریشان ہو جائیں گی۔"زریا نے بہانہ گھڑ لیا تھا۔

پھر سوچا اب مہرو نے کہا ہے تو تھوڑی دیر کے لیے چلی جاتی ہوں۔"فوراً ایک اور بہانہ بنالیا۔

وہ پوری طرح سے فضیلہ کی طرف متوجہ تھی۔آصف اور ازلان کی طرف غلطی سے بھی ایک نگاہ نہیں ڈالی تھی۔

مگر وہ پہلے ہی رو رہا تھا۔وہ ایسا کچھ نہیں کہنا چاہتی تھی جس سے وہ مزید اداس ہوتا۔

"ٹھیک ہے۔مگر جب اگلی دفعہ یہاں آؤ گی تو پورا دن ادھر ہی ٹھہرنا ہوگا۔"

فضیلہ نے پیار سے کرتے ہوئے اس کو اپنے ساتھ لگایا تھا۔

"شیور آنٹی۔" وہ مسکراتے ہوئے ان سے علیحدہ ہوئی۔ عباس صاحب کو خدا حافظ کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

ان دو

نوں کو تو یوں نظر انداز کیا جیسے وہ یہاں ہوں ہی نہ۔ مہرین اسے دروازے تک چھوڑنے اس کے ساتھ ہی آئی تھی۔

••••••••••••••••••••••••••••••

صبح کی روشنی ابھی پوری طرح نہیں پھیلی تھی۔اندھیرے نے ابھی بھی ہر شے پہ قبضہ کر رکھا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں الماری کے پٹ کھولے کھڑی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اس نے وہاں تہہ شدہ کپڑوں کے نیچے سے ایک فوٹو فریم اٹھایا۔تصویر میں ایک سات سالہ بچی دکھائی دے رہی تھی۔اس کے ساتھ

بھی آتیں اپنے بیٹے کی تعریفوں کے علاوہ ان کے پاس کوئی دوسری بات نہیں ہوتی تھی۔اور کم از کم اس وقت تو زویا وہ سب سننے کے موڈ میں بالکل بھی نہیں

تھی۔

وہ جب کراچی سے اسلام آباد شفٹ ہوئی تھی تب خدیجہ نے سختی سے اسے وہاں سے کوئی بھی چیز لانے سے منع کیا تھا۔

مگر اس نے آتے ہوئے اپنی ماں سے چھپا کر یہ واحد تصویر اپنے بیگ میں رکھ لی تھی۔اس کے پاس یہ تصویر اس کے بھائی کی

واحد نشانی تھی۔

"مجھے معاف کر دینا۔" وہ اب تصویر پر انگلی پھیر رہی تھی۔ "میں اس دن تمہیں بچا نہیں پائی تھی اور نہ ہی تمہیں کبھی ڈھونڈ پائی۔" آنکھوں سے آنسو نکل

دفعتاً اس کے کمرے سے باہر ذرا سی آہٹ ہوئی تھی۔ ضرور خدیجہ اس کے کمرے کی لائٹ آن دیکھ کر یہاں آئی ہوں گی۔ جلدی سے تصویر واپس کپڑوں کے

نیچے دبا کر الماری بند کر دی تھی۔ فوراً آنسو صاف کرتی وہ بیڈ پہ آ بیٹھی تھی۔ خدیجہ اس کے کمرے میں آئیں تو وہ بیڈ پہ بیٹھی بالوں کا جوڑا بنا رہی تھی۔ اس کے

سیاہ ریشمی بال کمر سے نیچے تک آتے تھے۔ خدیجہ اس کے پاس آ کر بیٹھیں۔ زویا بظاہر مسکرا رہی تھی مگر بھیگی پلکیں کچھ اور ہی کہانی بیان کر رہی تھیں۔

دکھ۔افسوس۔غصہ۔اسے حیرت نہیں ہوئی تھی۔

سبحان کی ایسی باتوں کی وہ عادی تھی۔

وہ ماں تھیں۔اپنی اولاد کو اچھے سے جانتی تھیں۔زویا نے بالوں سے ہاتھ ہٹائے،ان کی گود میں سر رکھ کر آنکھیں موندلیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کم ہو گا۔

"وہ میرا بھائی تھا۔پوری دنیا میں مجھے وہ سب سے زیادہ عزیز تھا اور میں نے اسے کھو دیا۔"

چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا تھا۔"آج بھی مجھے لگتا ہے وہ---وہ کسی

بھی لمحے میرے سامنے آئے گا اور کہے گا کنول کیوں رو رہی ہو؟ دیکھو میں تو تمہارے---
سامنے ہی کھڑا ہوں۔" اس کی باتیں سن کر خدیجہ کی آنکھیں بھی نم

ہو گئی تھیں۔ بیٹے کی جدائی نے انہیں بھی گہرا صدمہ دیا تھا مگر وہ بہت باہمت خاتون تھیں۔
خود کو سنبھال لیا تھا۔ خود سے زیادہ زویا کے لیے۔ زویا کے پاس ان

کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ خدیجہ ہی اس کا سہارا تھیں۔ انہوں نے بیٹی کے لیے خود کو مضبوط بنا
لیا تھا۔

"یہ ہماری قسمت تھی میری بچی۔ صبر کرو۔ صبر کے صلے بہت خوبصورت ہوتے ہیں۔ اللہ
صبر کرنے والوں کو بہت پسند کرتا ہے۔ دیکھنا ایک نا ایک دن

پروردگار ہمیں ہمارے صبر کا اجر ضرور دے گا۔"

وہ نرمی سے سمجھا رہی تھیں۔زویا پوچھنا چاہتی تھی، کیا وہ اجر اس کے بھائی کی صورت میں ملے گا؟؟؟کیا وہ واپس آجائیگا؟؟؟

وہ بس خاموشی سے آنسو بہاتی رہی تھی۔

خیر جب حقیقت کا آئینہ دکھایا جائے تو چہرے کے رنگ اسی طرح اڑ جاتے ہیں۔

....

ازلان کے کمرے میں نائٹ بلب کی مدھم سی روشنی پھیلی تھی۔وہ ابھی شاور لے کر نکلا تھا۔بلیک ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس، بھورے بال گیلے ہونے کے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

باعث ماتھے پہ چمکے تھے۔اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا اپنا آئی فون اٹھایا،اسکرین کی روشنی سیدھا اس کے چہرے پہ پڑ رہی تھی۔اس نے فون پہ ایک دو میسیج چیک

کرنے کے بعد فون واپس رکھ دیا۔پھر وہاں پڑے صوفے پہ آ بیٹھا۔سر صوفے کی پشت سے ٹکائے چھت کو گھورنے لگا۔

"کن سوچوں میں گم ہو؟"آصف ہاتھ میں چپس کا پیکٹ لیے کمرے میں داخل ہوا تھا۔وہ ہمیشہ ہی اس کے کمرے میں بنا دستک دیے آ جاتا تھا۔

"کہیں کسی لڑکی وغیرہ کا چکر تو نہیں ہے۔؟؟؟"ازلان نے کشن اٹھا کر اس کی طرف پھینکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بکواس بند کرو۔ابھی میرے اتنے برے دن نہیں آئے کہ میں کسی لڑکی کے بارے میں سوچتا پھروں۔"وہ سخت کوفت زدہ سا بولا تھا۔آصف نے کشن ہنستے

ہوئے کیچ کر لیا اور اس کے عقب میں آکر بیٹھ گیا۔

"نہیں۔"

آصف نے کندھے اچکاتے دوبارہ کھانا شروع کر دیا۔ازلان سیدھا ہوا اور بغور اس کا چہرہ دیکھا۔آصف کا چپس منہ میں لے جاتا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا۔

بختاور بات تو اشرف سے کر رہا تھا مگر نظر بار بار اس سے کچھ فاصلے پہ سامنے بیٹھے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"مجھے پتہ ہے میں بہت خوبصورت ہوں۔پر اگر تم مجھے اسی طرح دیکھتے رہو گے تو مجھے نظر بھی لگ سکتی ہے۔" وہ گردن اکڑا کر بولا تھا۔مگر ازلان پہ اس کی

بات کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

"تم نے کل اسد کے ساتھ میٹنگ کے لیے جانا تھا مگر تم نہیں گئے۔پوچھ سکتا ہوں کیوں؟"

آہ!اب آصف کی شامت آنے والی تھی۔اس نے چپس کا پیکٹ دھیرے سے نیچے رکھا۔پھر ہاتھ جھاڑے۔اسے کل اسد لغاری کے ساتھ آفس کی ایک اہم

اسے پتہ نہیں چلا تھا۔اور جب اس کی آنکھ کھلی تو میٹنگ کا وقت گزرے دو گھنٹے ہو گئے تھے۔

"تم میٹنگ میں جانے کی بجائے سو گئے تھے؟ آر یو سیریس؟"

"ہاں تو اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ مجھے نیند آ گئی تھی۔" آصف نے گردن کھجائی۔
وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا۔ سارا قصور تو اس کی نیند کا تھا۔

جو غلط وقت پر اس پہ حملہ آور ہو گئی تھی۔

"آصف تم اتنے لاپرواہ...."

"ہمارا کتنا بڑا لاس ہوا ہے۔ اس نے جان بوجھ کر حمزہ کی کمپنی کے شیئرز خریدے ہیں۔ یہ
اچھی طرح جانتا تھا وہ شیئرز ہم خریدنے

والے ہیں۔" اشرف نے گردن موڑ کر ایک نفرت بھری نگاہ ازلان کی جانب

ڈالی تھی۔اس کے ساتھ اب کوئی اور آدمی آکر بیٹھا تھا۔

"میں نے اسے دھمکانے کی کوشش کی تھی مگر کہہ رہا تھا کسی کا باپ بھی مجھے یہ شیئرز خریدنے سے نہیں روک سکتا۔"

Clubb of Quality Content!

کافی الوقت اس کا کوئی موڈ نہیں تھا۔آصف ایسا ہی تھا لاپرواہ۔آفس بھی بس اسی دن جاتا تھا جب اس کا موڈ ہوتا تھا۔ورنہ تو اس کی نیند ہی پوری نہیں ہوتی تھی۔

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

خدیجہ لاؤنج میں بیٹھی سامنے کرسیوں پر بیٹھے آٹھ نو بچوں کو دیکھ رہی تھیں جن کے سر
کتابوں پہ جھکے تھے۔وہ دن میں ایک سکول میں ٹیچنگ کرتی تھیں اور

یونیورسٹی میں سکالرشپ مل گئی تھی۔

اور ادھر ہی صوفے پہ بیٹھ گئی تھی۔ان سب بچوں کی عمریں دس سال سے کم کم تھیں۔وہ
شروع سے ہی خدیجہ کے پاس ٹیوشن پڑھنے آتے تھے اور اسی دوران

زویا کے ساتھ ان سب کی اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی۔وہ سب اب دوبارہ سر جھکائے اپنی
اپنی نوٹ بکس پر پینسل گھسیٹنے لگے تھے۔

میں آئی۔

زویا کو اس نے وہیں سے دیکھ لیا تھا۔اس کا سر کتابوں پہ جھکا تھا۔افف ف!!!

کتابی کیڑا!!!

"میرے پاس تمہارے لیے ایک اچھی خبر ہے "مہرین آلتی پالتی مار کر اس کے سامنے ہی

نظر وہاں بیٹھے ایک بچے پر ٹھہر گئی تھی۔عام دنوں میں وہ زویا کی موجودگی میں یوں بولتا تھا کہ اس کی زبان کو تالا لگانا مشکل ہو جاتا تھا۔مگر آج وہ خلاف معمول

بہت خاموش تھا۔وہ پڑھ بھی نہیں رہا تھا۔بس فرش پہ کسی غیر مرئی نقطے کو گھور رہا تھا۔

"فہد!"زویا کی آواز پہ اس نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔

"مگر خیر فی الحال تو میں یہ بتانے آئی تھی کہ تم کل میں گھر آرہی ہو۔"

"میری طرف دیکھو۔"وہ نرمی سے بولی تھی۔

"ایکچوئلی مام تمہیں بہت مس کر رہی تھیں۔انہوں نے کہا ہے تمہیں کل ڈنر پہ انوائٹ کروں۔"

"کچھ ہوا ہے کیا؟ کسی نے کچھ کہا ہے؟"

"وہ میرے... میرے ابا نے کل... کل میری اماں کو بہت... مارا تھا۔"

زویا کا سارا جسم جیسے برف بن گیا تھا۔ وہ چھوٹا بچہ اب بے آواز رو رہا تھا۔

"پر......."

تھا۔ یہ بات زویا کو آج معلوم ہوئی تھی۔

"اچھا تم رونا تو بند کرو۔" اسے کندھوں سے تھام لیا۔ وہ دونوں مدھم آواز میں بول رہے تھے۔ اس طرح کہ دوسرا کوئی بچہ ان کی جانب متوجہ نہیں تھا۔

"میں ہوں نا۔بس تم رونا بند کرو۔" وہ اسے بہلا رہی تھی۔فہد کی آنکھیں یک دم چمک اٹھی تھیں۔

"آپ میری اماں کی مدد کریں گی زویا آپی؟" وہ بچہ اس کی بات کا کچھ اور ہی مطلب سمجھ بیٹھا تھا۔زویا نے گہری سانس اندر کو کھینچی۔

وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ وہ اس سب میں کسی کی مدد نہیں کر سکتی تھی۔نہ اس کی۔نہ اس کی ماں کی۔

"ہاں میں کروں گی مدد۔اب خوش؟" فہد اس سب میں پہلی بار مسکرایا تھا۔اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

اور زویا کامران کو اس لمحے خبر نہیں تھی اس نے انجانے میں اس بات کی حامی بھر کر اپنے لیے کس مصیبت کو دعوت دے دی تھی۔

••••••••••••••••••••••••••••

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

شام کو سارے بچوں کو گھر بھیجنے کے بعد زویا ابھی واپس آکر بیٹھی ہی تھی کہ ایک بار پھر ڈور بیل سنائی دی۔ خدیجہ اٹھنے لگیں مگر زویا نے روک دیا۔

"میں دیکھتی ہوں۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ گئی۔ دروازہ کھولا تو سامنے سبحان اور اس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر خاتون تھیں۔ وہ سبحان کی ماں مریم اختر تھیں۔ زویا

نے مسکرا کر انہیں سلام کیا تھا۔ پھر انہیں اندر آنے کا کہہ کر سامنے سے ہٹ گئی تھی۔

وہ دونوں اندر چلے گئے تو دروازہ بند کرتی وہ ان کے پیچھے ہی اندر آگئی تھی۔ وہ لاؤنج میں بیٹھی خدیجہ سے مل رہے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

زویا انہیں وہیں چھوڑ کر خود کچن میں آگئی تھی۔

چائے چولہے پہ چڑھائی اور دوسری طرف اسنیکس فرائی کرنے کے لیے رکھ دیے۔ شکر ہے۔ اسی بہانے باہر تو نہیں بیٹھنا پڑے گا۔ ویسے بھی مریم بیگم جب

"کیا کر رہی ہو؟"آواز پہ یک دم چونکی تھی۔ سبحان اس کے پیچھے کھڑا تھا۔

"چائے بنا رہی ہوں۔ تم باہر جا کر بیٹھو میں وہیں لے آؤں گی۔"اس نے سبحان کی طرف دیکھے بنا کہا۔ پھر کیبنٹ سے کپ نکالنے لگی۔

سبحان کاؤنٹر سے ٹیک لگائے اس کے تاثرات کا جائزہ لیتا رہا۔

"میں سوچ رہا تھا۔"گلا صاف کیا۔"اب ہمیں شادی کر لینی چاہیے۔"زویا کے ہاتھ لمحے بھر کو رکے تھے۔ پوری کی پوری اس کی طرف گھومی۔

"اور تم شاید بھول رہے ہو میں نے یہ منگنی اس شرط پر کی تھی کہ جب تک میری سٹڈیز کمپلیٹ نہیں ہو جاتیں میں شادی نہیں کروں گی۔"

اسے وہیں چھوڑ کر اگر تم ان سے فاصلے پہ موجود دوسرے ٹیبل پہ آؤ تو وہاں بیٹھے

"کم آن زویا۔ تم اتنا پڑھ لکھ کر کیا کرو گی؟ شادی کے بعد تو ویسے بھی تم نے گھر میں ہی رہنا ہے۔ تو اس سب کا فائدہ؟" وہ اس طرح عام سے انداز میں کہہ رہا تھا

جیسے یہ کوئی بڑی بات نہ ہو۔ زویا کے چہرے پہ بیک وقت بہت سے تاثرات نمایاں ہوتے تھے۔

اسے یاد تھا جب سبحان نے پہلی بار اس کی بنائی گئی پینٹنگز دیکھی تھیں

اسی پل بختاور بھی اپنے گارڈز کی معیت میں باہر نکلا تھا۔

تب بھی اس نے اسی طرح زویا کا دل جلانے والی باتیں کہی تھیں۔

("تمہارے پاس اتنا ہی فارغ وقت ہوتا ہے جو تم یہ فضول سا کام کرتی ہو۔ بہت

ہی فضول لگتے ہیں مجھے وہ لوگ جو پینٹنگز بناتے ہیں۔")

وہ اس کے شوق کو فضول کہہ رہا تھا۔ اس کے سامنے۔

تب زویا نے اسے کچھ نہیں کہا تھا۔ مگر آج...

"تمہیں پتہ ہے سبحان۔" بازو سینے پہ لپیٹے۔" کبھی کبھی نا مجھے تمہاری سوچ پہ افسوس ہوتا ہے۔ تم خود ایک ڈاکٹر ہو۔ اچھے خاصے پڑھے لکھے ہو۔

مگر افسوس۔ تمہاری سوچ بھی ان ٹیپیکل مردوں جیسی ہی ہے جنہیں لڑکیوں کا تعلیم حاصل کرنا کھٹکتا ہے۔ جو چاہتے ہی نہیں کہ عورت کبھی مرد سے زیادہ

کامیاب ہو۔" رکھائی سے کہتی مڑی، سنیکس پلیٹ میں نکالے، پھر چائے کپوں میں انڈیلی اور

سارا سامان ٹرے میں رکھا۔ سبحان کے چہرے پہ بیک وقت بہت سے سائے لہرا رہے تھے۔

وہ اس پہ ایک بھی نظر ڈالے بنا ٹرے اٹھائے باہر چلی گئی تھی۔

"دیکھتا ہوں کب تک مجھ سے دور بھاگتی ہو۔" سبحان نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ چہرے پہ اب غصے کے آثار تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

••••••••••••••••••••••••••••••••••••

شہر کے ایک مشہور اور بڑے سے ریسٹورانٹ میں اس وقت تقریباً ہر ٹیبل پہ ہی کوئی نا کوئی بیٹھا دکھائی دیتا تھا۔اشتہا انگیز کھانوں کی خوشبو ہر جگہ پھیلی تھی۔

اس کی دھمکی کا ازلان پہ کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔البتہ چہرے کی مسکراہٹ ضرور گہری ہو گئی تھی۔

ہر ٹیبل کے بیچ و بیچ سرخ گلابوں سے سجے گلدان رکھے گئے تھے۔

مگر وہاں انتارش ہونے کے باوجود بھی عام جگہوں کی طرح شور شرابہ نہیں تھا۔

اور وجہ تھے سیاہ سوٹ میں ملبوس گارڈز جو ریسٹورانٹ کے وسط میں رکھی میز کے گرد کھڑے تھے۔ان کی عقابی نظریں وہاں بیٹھے ہر فرد کا جائزہ لے رہی

تھیں۔خاص کر سامنے والی میز پہ بیٹھے نیلی آنکھوں والے شخص کا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جس میز کے گرد وہ کھڑے تھے اس پر دو آدمی بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ایک

بختاور

عثمان تھا اور دوسرا ملک اشرف۔وہ بختاور کا بزنس پارٹنر تھا۔

ازلان عباس کی طرف اٹھ رہی تھی۔دونوں کی نظریں کئی بار آپس میں ٹکرائیں اور

اس کا چہرہ اور ہاتھ بھی خون سے رنگے تھے۔وہ حیرت سے اپنے

ہر بار ہی ایک دوسرے کے لیے نفرت میں شدت ہی نظر آئی تھی۔اکثر ہی ایسی جگہوں

پہ ان کا ایک دوسرے سے سامنا ہو جاتا تھا۔اور بختاور کے گارڈز ہر بار ایسے موقعوں پہ

وہ جگہ اندھیرے میں ڈوبی تھی۔

سنسان۔تاریک۔

دور کہیں ذرا سی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔

بنا سوچے سمجھے وہ بے اختیار روشنی کی طرف دوڑا تھا۔وہ جتنا روشی کے قریب جانے کی کوشش کرتا وہ اتنی ہی اس سے دور ہو رہی تھی۔

اس کا سانس پھول گیا تھا۔وہ رکا نہیں۔دوڑتا رہا۔بنا رکے۔بنا مڑے۔

اور تبھی اس کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا تھا۔وہ اوندھے منہ زمین پر گرا تھا۔

ایک جھٹکے سے ازلان کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔اس کے سامنے ابھی بھی اندھیرا تھا۔

چوکنے ہو جاتے تھے۔ان کے ہاتھ اپنے ہتھیاروں پہ ہی رہتے تھے۔کیا پتہ کب کیا ہو جائے؟

ہلکی ہلکی روشنی کمرے میں پھیل گئی تھی۔اس نے بیڈ کراؤن سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ خواب کے منظر پھر سے آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے تھے۔

Clubb of Quality Content

"What the Hell"۔" بے بسی سے چہرے پہ ہاتھ پھیرا تھا۔ پھر ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں اور سیدھا ہوا۔ سائیڈ ٹیبل پر رکھا فون اٹھا کر آن کیا تھا۔

سکرین کی روشنی چہرے پہ پڑھ کر نیلی آنکھوں کو مزید روشن کر رہی تھی۔ اس نے ٹائم دیکھا تو صبح کے تین بج رہے تھے۔ لحظے بھر کو سکرین پر چلتی انگلیاں

جبکہ دوسری جانب ازلان کبھی بھی باہر جاتے ہوئے اپنے ساتھ گارڈز لے کر نہیں جاتا تھا۔

"اللہ کے بندے فون کرنے کا بھی کوئی وقت ہوتا ہے۔ کسی نے بتایا نہیں کبھی؟" دوسری جانب سے ڈاکٹر شاہد کی سوئی ہوئی کی آواز سنائی دی تھی۔

آج بھی وہاں صرف بختاور کے گارڈز تھے۔ ازلان آج بھی اکیلا تھا۔

سکتا تھا۔

دنیا کی نظروں میں وہ بزنس رائیولز تھے مگر حقیقت کچھ اور تھی۔ ان کی دشمنی بہت پرانی تھی۔ وجہ

"میں نے آج پھر وہی خواب دیکھا تھا۔" ان کی بات کاٹتے ہوئے ازلان نے کہا تھا۔ دوسری طرف یک دم خاموشی چھا گئی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بھی کچھ اور تھی۔کچھ بہت ہی خاص.......

کتنے عرصے بعد؟اس نے یاد کرنا چاہا تھا۔چھے ماہ۔نہیں۔شاید سات......

"پھر؟؟؟"ڈاکٹر شاہد کی آواز اسے خیالوں سے باہر لے آئی۔"اس بار روشنی پہنچے؟؟؟"

"نہیں۔"

یک لفظی جواب کے بعد دوسری جانب خاموشی کا لمبا وقفہ آیا تھا۔

شاید کال کٹ گئی تھی۔فون کان سے ہٹانے لگا تھا جب ان کی آواز سنائی دی۔

"تمہیں اندازہ نہیں ہے بختاور۔"اشرف کی آواز اسے حال میں واپس لے آئی تھی۔

"میں نہیں آسکتا۔"فوراً ان کی بات کاٹی۔"میں فی الحال فری نہیں ہوں۔ویسے بھی یہ اتنا امپورٹنٹ نہیں ہے جو...."

"امپورٹنٹ نہیں ہے؟"اب کی بار وہ ہنسے تھے۔"امپورٹنٹ نہیں ہے اسی لیے رات کے تین بجے تم مجھے فون کر کے اس کے بارے میں بتا رہے ہو؟"

ازلان نے بے بسی سے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔اسے انہیں فون نہیں کرنا چاہیے تھا۔

"میں نے آپ کو کال کی کیونکہ آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ جب یہ خواب دیکھوں تو آپ کو بتاؤں۔"

"میں تو تمہیں اپنے آفس آنے کا بھی کہہ رہا ہوں۔ پھر میری وہ بات کیوں نہیں مانتے؟"

"کیونکہ آپ....." ازلان کی آنکھوں میں کرب در آیا تھا۔ "آپ مجھ سے ہمیشہ کی طرح وہی سوالات پوچھیں گے جن کے جواب میں

آپ کو نہیں دے سکتا۔"

اشرف بہت غصے میں لگ رہا تھا۔ بختاور نے اطمینان سے اس کی بات سنی۔

"مجھے پتہ ہے تم مجھے نہیں بتاؤ گے۔پر جانتے ہو ازلان جس طرح ہر بات ہر کسی کے لیے نہیں ہوتی اسی طرح کچھ باتیں صرف خود تک محدود کرنے کے لیے

"فکر مت کرو اشرف۔اس بار اسے ایسا سبق سکھاؤں گا اس کی ساری عقل ٹھکانے آجائے گی۔"

ازلان نے لب بھینچے نفی میں سر ہلایا۔

"خدا حافظ۔"انہیں مزید ایک بھی لفظ بولنے کا موقع دیے بغیر کال کاٹ دی تھی۔وہ اس بارے میں کسی سے کوئی بات نہیں کرے گا یہ تو طے تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

••••••••••••••••••••••••••••

"آج میں تمہیں ڈنر سے پہلے واپس نہیں جانے دوں گی۔" مہرین نے کتنی ہی دفعہ بولا گیا جملہ ایک بار پھر دہرایا تھا۔ زویا نے آنکھیں گھمائیں۔ وہ آج پھر مہرین

کے گھر آئی تھی۔ بلیو جینز پہ مہرون لانگ شرٹ پہن رکھی تھی۔ بال پونی میں مقید تھے اور سامنے سے دو لٹیں گردن کو چھو رہی تھیں۔ دوپٹہ آج بھی گلے میں

"تم نے کوئی پلان سوچ رکھا ہے؟" اشرف کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

"پچھلے دو گھنٹوں میں تم مجھے کوئی ستر دفعہ یہی بات کہہ چکی ہو۔ اب لگتا ہے تمہارے منہ پہ ٹیپ لگانی پڑے گی۔ کیوں آنٹی؟" زویا نے فضیلہ سے رائے لینا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

•••••••••••••••••••••••••••

سرما کی چھن چھن کرتی دھوپ یونیورسٹی کے گراؤنڈ پہ بھی پڑ رہی تھی۔ کئی لڑکے لڑکیاں وہاں بیٹھے دھوپ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ایسے میں وہ بھی

"بیٹا اس کی تو عادت ہے دوسروں کا سر کھانے کی۔ سارا دن فون استعمال کر کر کے نا اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

لو جی! ہر دیسی ماں کی طرح انہوں نے بھی سارا الزام بے چارے موبائل فون کو دے دیا تھا۔

"مام!!!اب اس سب میں موبائل کا ذکر کہاں سے آگیا؟"مہرین یک دم اپنی جگہ پہ سیدھی ہوئی تھی۔فضیلہ نے اس پہ(بقول آصف کے)موبائل حملہ

ایک کونے میں بیٹھی تھی۔سامنے کتابیں پھیلا رکھی تھیں۔آس پاس ہر چیز سے بے نیاز وہ نوٹس بنانے میں مشغول تھی۔مہرین ہاتھ میں دوبر گر لیے گراؤنڈ

فضیلہ نے جواباً اسے گھوری سے نوازا تھا۔وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"آؤ زویا۔ تھوڑی دیر باہر لان میں چلتے ہیں۔"(اس سے پہلے کہ میری مزید بے عزتی ہو)۔

زویا نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کے ساتھ باہر چلی آئی۔

"مام کی موبائل حملے والی بات پہ زیادہ دھیان مت دینا۔"مہرین نے سر گوشی کی۔

بیٹھ گئی تھی۔ایک برگر کی پلیٹ اس کی طرف رکھ دی۔دوسری اپنے سامنے۔

"موبائل حملہ؟"زویا کے ابرو ناسمجھی سے اکٹھے ہوئے۔مہرین نے مسکراتے ہوئے سر

ہلایا۔وہ اب سرسبز گھاس پہ ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔

"کچھ سال پہلے کی بات ہے۔ایک دن مجھے بخار ہو گیا۔"مہرین نے بتانا شروع کیا۔

"سب گھر والے بہت پریشان ہو گئے تھے۔ڈیڈ۔آصف بھائی۔ازلان بھائی۔سب۔

اور پتہ ہے مام میرے سر پہ کھڑی مجھے کیا کہہ رہی تھیں؟"

زویا بہت دھیان سے اس کی بات سن رہی تھی۔یقیناً فضیلہ بھی بہت پریشان ہو گئی ہوں گی۔

"کیا تمہاری شادی ہونے والی ہے؟"زویا نے ہنسی دبائی تھی۔

مت استعمال کیا کرو۔پر نہیں۔میری تو کوئی بات نہیں سنتی تم۔اور کرواتی

اتنی دیر تک موبائل استعمال۔اسی کی وجہ سے تمہیں بخار ہوا ہے۔"مہرین نے فضیلہ کے انداز کی نکل اتارتے

ہوئے اسے ساری بات بتائی تھی۔

"مطلب موبائل یوز کرنے سے کیسے بخار ہوتا ہے؟"منہ بنایا۔"اور بس اس کے بعد سے جب بھی مجھے کچھ ہوتا ہے سارا الزام میرے موبائل پر

آجاتا ہے۔آصف بھائی نے تو مام کی باتوں کو موبائل حملے کہنا شروع کر دیا ہے۔"مہرین نے زویا کو دیکھا۔

وہ لب بھینچے کھڑی تھی۔اور اگلے ہی لمحے دونوں کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

"آہ کاش!" مہرین نے دل کے مقام پہ ہاتھ رکھے افسوس سے سر ہلایا تھا۔ کہ کاش اس وقت وہ یہی خبر دینے آئی ہوتی۔

"کس خوشی میں؟" کتابوں سے سر اٹھایا تھا۔

"آنٹی مجھے مس کر رہی تھیں؟" مجھے پہ زور دیا تھا۔ جیسے یہ کوئی ناممکن سی بات ہو۔

مہرین نے زور زور سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ "پر ابھی کچھ دن پہلے ہی تو میں تمہارے گھر آئی تھی۔" معصوم شکل بنائی۔

"کچھ دن پہلے ؟وہ ڈیڑھ مہینے پہلے کی بات ہے۔"مہرین نے اسے یاد دلایا تھا۔

"بس اب کوئی بہانہ نہیں۔"ہاتھ اٹھا کر اسے چپ رہنے کو کہا۔"تم کل آ رہی ہو۔

"تمہیں ہورس رائڈنگ کرنی آتی ہے؟"مہرین نے اس کی نظروں کا تعاقب کرتے پوچھا۔
وہ بہت پر جوش لگ رہی تھی۔

"نہیں۔"زویا نے چہرہ دوسری جانب موڑ لیا۔

"کوئی بات نہیں ہم.....۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"ہائے گرلز!!! کیا ہو رہا ہے؟" آصف کی آواز پہ وہ یک دم چونک گئی تھیں۔ وہ کب وہاں آیا ان دونوں کو ہی خبر نہیں ہوئی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے زویا کو

دیکھ رہا تھا۔

اب مجھے دوسری بار نہ کہنا پڑے۔ آئی سمجھ!" وہ اس وقت دوست کم ماں زیادہ

"کیوں؟ تمہیں گھوڑوں سے ڈر لگتا ہے؟" آصف نے ابرو چکائے۔

"نہیں۔ بس مجھے شوق نہیں ہے؟" زویا نے رکھائی سے کہا۔ ابھی پہلی ملاقات والی باتیں اسے بھولی نہیں تھیں۔

"ارے! ہورس رائڈنگ کسے نہیں پسند ہوتی؟" آصف نے یوں عجیب طریقے سے اسے دیکھا جیسے اس کے انسان ہونے پر شک ہو۔ زویا کے گلے میں گلٹی

ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔ بچپن میں وہ اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ بہت شوق سے ہورس رائڈنگ کرتی تھی۔ جب سب کچھ ٹھیک تھا۔ جب وہ سب خوش

تھے۔ جب۔۔۔۔۔۔۔

"ہو سکتا ہے انہیں گدھوں کی طرح گھوڑے بھی پسند نہ ہوں۔" ازلان کی آواز پہ ان تینوں نے مڑ کر دائیں جانب دیکھا تھا۔ وہ انہی کی طرف آرہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

زویا نے سختی سے مٹھیاں بھینچ لیں۔اس کی بات کا مطلب اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔وہ اتنی دور سے بھی ان کی باتیں سن رہا تھا؟یقیناًاس کے کان بہت تیز

لگ رہی تھی۔

آصف نے ہنسی دبائی تھی۔مہرین نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر اس سے پہلے ہی ہاتھ میں پکڑا موبائل بجنے لگا۔وہ ابھی آتی ہوں کہہ کر فون کان سے

لگائے کچھ فاصلے پہ جا کھڑی ہوئی تھی۔زویا نے گہرا سانس لیتے بہت سا غصہ اندر اتارا تھا۔دل تو چاہ رہا تھا اس کے چہرے پہ مکا جڑ دے۔

نادر کلب
Clubb of Quality Content

"ایسالگ رہاہے اگلے پانچ منٹ میں کسی کا قتل ہونے والا ہے۔" آصف نے ازلان کی طرف جھکتے سرگوشی کی۔ وہ بغور زویا کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ زویا نے

لب بھینچ رکھے تھے۔

"ٹھیک ہے" زویا نے ہار مانتے ہوئے کہا۔ ویسے بھی مہرین عباس نے تب تک سکون کا سانس نہیں بنا تھا جب تک زویا اس کی بات

"میں کیوں غصہ ہوں گی؟" آصف کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ لہجہ سخت تھا۔ "اور تم!" ازلان کی طرف مڑی۔ "تم ایسی باتیں کر کے کیا ثابت کرنا چاہتے ہو!

تم بہت ماہان ہو؟"

آصف نے تھوک نگلی۔

اب تو پکا زویا کچھ کھری کھری سنے گی۔ازلان کے ماتھے پر بل پڑے۔

وہ دو قدم آگے آیا۔زویا کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی خیز لہر دوڑی تھی۔کچھ زیادہ بول دیا کیا؟
وہ ہمت مجتمع کرتی اپنی جگہ پہ کھڑی رہی۔البتہ نگاہیں پھیر لیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ازلان اب اس کے عین سامنے کھڑا تھا۔

مان نہ لیتی۔

زویا کی نظریں ایک جھٹکے سے اوپر کو اٹھی تھیں۔اور پھر وہ ہوا جو وہاں کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

شہد رنگ آنکھیں نیلی آنکھوں سے ٹکرائیں اور بس......ازلان عباس کا دل اس شدت سے دھڑکا کہ لگا پسلیاں توڑ کر سینے سے باہر آ جائے گا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر سارے الفاظ منہ میں ہی دم توڑ گئے۔

وہ پتھر ہو گیا۔ساکت۔جامد۔

زویا اب کچھ کہہ رہی تھی۔ مگر وہ نہیں سن رہا تھا۔اس کے کانوں میں ایک ہی آواز گونج رہی تھی۔

اپنی تیز رفتار دھڑکنوں کی۔ پھر اسے محسوس ہوا کوئی اس کا

کندھا پکڑ کر ہلا رہا تھا۔اسے پکار رہا تھا۔

"ازلان! ازلان!" آواز جانی پہچانی لگ رہی تھی۔بہت مانوس۔

....

وہ یک دم جیسے ہوش میں آیا تھا۔دھڑکنوں کا شور تھم گیا۔آس پاس کی آوازیں واضح ہونے لگیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

پلکیں جھپکا کر حال میں واپس لوٹا۔

"تم ٹھیک تو ہو؟" یہ آصف تھا۔جو پریشانی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔

وہاں آصف کے ساتھ دو اور نفوس بھی موجود تھے۔ایک حیران و پریشان مہرین اور دوسری آنکھیں سکوڑے کھڑی زویا۔

ازلان ایک بھی لفظ بولے بنا الٹے قدموں گھوما اور وہاں سے چلا گیا۔اسے کیا ہوا تھا؟وہ تینوں ہی سمجھ نہیں پائے۔

خود ازلان عباس بھی نہیں سمجھ پایا تھا۔

"میں دیکھتا ہوں" آصف کہتے ہوئے اس کے پیچھے گیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

....

"رکو میری بات سنو" آصف تیز تیز سیڑھیاں پھلانگتا اس کے پیچھے آ رہا تھا۔

"تم نے کوئی پلان سوچ رکھا ہے؟" اشرف کی آنکھیں چمکی تھیں۔ وہ تھوڑا آگے ہو کر بیٹھا۔

"ہاں۔" بختاور نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ ٹیبل پہ رکھی ڈرنک اٹھائی،

گھونٹ بھرا اور گلاس واپس رکھ دیا۔

"تم ٹھیک تو ہو؟" وہ پریشان لگ رہا تھا۔ ہونا بھی چاہیے تھا۔ آج سے پہلے کبھی ازلان کو اس طرح دیکھا جو نہیں تھا۔

"تو کیا اس بار ازلان کے خلاف کچھ کرو گے؟"

"ابھی باہر تم....." سر جھٹکا۔ "یوں لگ رہا تھا جیسے تم وہاں کھڑے تھے مگر اصل میں تم وہاں نہیں تھے۔"

"کیا؟"

"آئی مین۔۔۔" آصف نے سوچا۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا اسے کیسے سمجھائے۔

"مجھے پتہ ہے تم مانو گے نہیں پر تمہیں دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے تم کسی اور ہی دنیا میں پہنچے ہو
۔آؤٹ آف دی ورلڈ یو نو۔"آصف نے اسے دیکھا جیسے اپنی بات

کی تائید چاہتا ہو۔

"اونہوں۔تمہاری موٹی عقل بس نہیں تک کام کرتی ہے اشرف۔"افسوس سے

"کرلی بکواس۔اب جاؤ۔مجھے نیند آرہی ہے۔"ہمیشہ کی طرح دوسرے کو جواب کا موقع
دیے بغیر دروازہ کھولا اور کمرے میں چلا گیا۔

سر ہلایا۔پھر ذرا آگے کو جھکا۔"میرا ٹارگٹ اس بار ازلان نہیں حمزہ کاظمی ہے۔اسے

لو جی! مطلب اتنی تذلیل۔ چچ چچ۔

"تمہاری..... اتنی ہمت تم نے میرے منہ پہ دروازہ بند کیا۔" دروازے پر زور سے ہاتھ مارا۔ ڈور نوب کھائی۔ دروازہ لاکڈ تھا۔ چہرہ غصے سے تلملا اٹھا۔

"دیکھ لوں گا تمہیں۔ میرے سوالوں سے تم بچ نہیں سکتے۔ سنا تم نے! اور یہ جو دروازہ میرے منہ پہ مارا ہے نا اس کا بدلہ لے کر رہوں گا۔" اونچی اونچی آواز

میں بول کر غصہ ظاہر کیا جا رہا تھا۔ مگر اندر سے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔

"تم سن رہے ہو؟"

اندر راز لان بیڈ پہ لیٹا تھا۔وہ رات کو ٹھیک سے سو نہیں پایا تھا۔شاید اسی لیے عجیب و غریب خیالات ذہن میں آرہے تھے۔نیند ہو گی تو ٹھیک ہو جائے گا۔اس

نے آنکھیں موند لیں۔

ابھی معلوم نہیں ہے اس نے ہمیں دھوکے میں رکھ کر کتنی بڑی غلطی کی ہے اور اب

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

....

بختاور آج آفس نہیں گیا تھا۔وہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا تھا۔سامنے ہی لیپ ٹاپ کھلا تھا جس کی سکرین پہ کسی مال کی فوٹیجز دکھائی دے رہی تھیں۔

اسے اس کی سزا ملے گی۔"بختاور کے چہرے پہ استہزائیہ مسکراہٹ تھی۔اس نے کچھ

"باس! اگلے پانچ منٹ میں یہ بلڈنگ کھنڈر بن جائے گی۔"کان میں لگے ائیر پیس میں سے حیدر کی آواز گونجی۔وہ بختاور کا خاص آدمی تھا۔جسے وہ اسی طرح

کے کاموں کے لیے استعمال کرتا تھا۔یہ مال حمزہ کاظمی کا تھا۔وہی حمزہ کاظمی جس نے اپنی کمپنی کے شیئرز بختاور کو بیچنے سے منع کر دیا تھا۔اور اب بختاور عثمان کو

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اس سے بدلہ لینا تھا۔سو اس نے ملک اشرف کے ساتھ مل کر اس مال میں بم پلانٹ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔اس کے اس قدم سے کتنے معصوم لوگوں کی جان

جائے گی اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔

اسے بس بدلہ لینا تھا۔ پھر چاہے وہ جس طرح بھی ہو۔

"ٹھیک ہے۔ بس کچھ گڑبڑ نہیں ہونی چاہیے۔" اس نے حیدر سے کہتے ہوئے کال کاٹ دی تھی۔ اسی پل فون دوبارہ سے بجنے لگا تھا۔ سکرین پہ چمکتا نمبر دیکھ کر

دن پہلے ہی حمزہ کاظمی سے اس کی کمپنی کے شیئرز خریدنے کو کہا تھا جسے حمزہ نے یہ

کہہ کر ٹال دیا کہ وہ فی الحال کسی کو بھی شیئرز نہیں بیچنا چاہتا۔ اور ٹھیک دو دن بعد

بختاور نے صوفے کی پشت سے سر ٹکائے گہرا سانس لیا۔

Clubb of Quality Content

"بس تھوڑا تھک گیا ہوں۔"

"ہمم۔پھر ایسا کرو اپنے یہ آفس کے کام وام چھوڑو۔ہم کہیں باہر اچھا سا لنچ کرتے ہیں۔"

"میں آج گھر پر ہی ہوں۔ تم یہیں آجاؤ۔ویسے بھی تمہیں دیکھوں گا تو میری تھکن دور ہو جائے گی۔"

اریج دھیرے سے ہنسی تھی۔وہ دونوں کالج کے دنوں سے ساتھ تھے۔آپس میں کافی اچھی دوستی تھی۔پھر یہ دوستی محبت میں بدل گئی اور یونیورسٹی کے آخری

اس نے وہ شئیرز ازلان کی کمپنی کو دے دیے تھے۔بختاور عثمان کے لیے یہ سب بے عزتی سے کم

"ابھی تو میں شاپنگ کے لیے باہر آئی ہوں۔بٹ ڈونٹ وری میں پندرہ منٹ میں وہاں پہنچ جاؤں گی۔"فون بند ہونے کے بعد بختاور سیدھا ہوا۔

لیپ ٹاپ کی اسکرین پر بہت سے لوگ نظر آرہے تھے۔جو اپنی فیملیز اور فرینڈز کے ساتھ شاپنگ میں مصروف تھے۔کچھ ایک دوسرے سے باتوں میں مگن

مال میں گھومتے پھرتے نظر آرہے تھے۔اس بات سے انجان کہ اگلے کچھ ہی منٹوں میں یہ عمارت ان کے سروں پر گرنے والی ہے۔ان سب کو دیکھ کر بختاور

تلخی سے مسکرایا تھا۔نظریں اسکرین پر نظر آتے خوش باش لوگوں پر تھیں۔مگر ان تمام لوگوں میں اس کی نظر اس ایک

چہرے پہ نہیں پڑی تھی۔وہ چہرہ.....جسے دیکھ کر اس کی ساری تھکن دور ہو جایا

کرتی تھی۔

نہیں تھا۔جو چیز وہ حاصل کرنا چاہتا تھا وہ اس سے پہلے ازلان کو مل گئی تھی۔یا پھر

یوں کہنا بہتر ہوگا کہ وہ ازلان نے چھین لی تھی۔

دونوں آدمی اب کھڑے ہو کر باہر جا رہے تھے۔وہ آپس میں بزنس کے متعلق باتیں

کرتے باہر پارکنگ لاٹ میں آ گئے تھے۔وہاں دور دور تک گاڑیاں قطار کی صورت میں کھڑی

نظر آ رہی تھیں۔ازلان اب اس آدمی سے الوداعی کلمات ادا کر کے اس سے ہاتھ ملا رہا تھا۔

"ساری ڈیٹیلز آج تمہیں فارورڈ ہو جائیں گی۔اگر تمہیں ڈیل فائنل کرنی ہو تو ہو

دفن لوگوں کو نکالنے کے لیے ریسکیو آپریشن جاری۔اسلام آباد کے تمام

ہسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ کر دی گئی ہے۔"وہ مبہوت سی ٹی وی اسکرین

کو دیکھ رہی تھی جس پہ اب ملبے کے مناظر دکھائے جا رہے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آس پاس بہت سے رپورٹرز دکھائی دے رہے تھے۔لوگوں کو ملبے سے نکال نکال

کر ایمبولینس میں ڈالا جارہا تھا۔کتنے لوگ زخمی تھے؟کتنے جان سے گئے؟اندازہ لگانا مشکل تھا۔

"خدا کا خوف بھی نہیں آتا ان لوگوں کو جو یہ حملے کرواتے ہیں۔معصوموں

کی جان لے کر انہیں نیند کیسے آتی ہوگی۔"خدیجہ افسوس سے بولی تھیں۔

Clubb of Quality Content

••••••••••••••••••••••••••

بختاور اب سکون سے لاؤنج میں بیٹھا ٹی وی پر دھماکے کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ دل کو سکون سا ملا تھا۔ ریموٹ اٹھا کر ٹی وی بند کر دیا۔

فون اٹھایا۔ اریج کو کال ملائی۔ اس نے پندرہ منٹ میں آنے کو کہا تھا اور اب تقریباً گھنٹا ہونے کو تھا۔ وہ ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔

نمبر آف جا رہا تھا۔اس نے پانچ منٹ مزید انتظار کیا۔پھر دوبارہ کال ملائی۔

اب بھی نمبر بند تھا۔اسے بے چینی ہونے لگی۔اب تک تو اسے پہنچ جانا چاہیے تھا۔

ہو سکتا ہے اس نے ارادہ بھی بدل لیا ہو۔پر اگر ایسا ہوتا تو وہ ضرور اسے کال یا میسج کر کے انفارم کر دیتی۔

وہ سوچ ہی رہا تھا جب دروازے سے سرمد صاحب آتے دکھائی دیے۔وہ بہت گھبرائے ہوئے لگ رہے تھے۔

بختاور کے چہرے پہ شکنیں ابھریں۔وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا انکل؟ آپ اتنے گھبرائے ہوئے کیوں لگ رہے ہیں؟ سب۔۔۔۔"

"بختاور ارتج......ارتج کدھر ہے؟" ان کی آواز میں کچھ تھا۔ڈر۔خوف۔

"پتہ نہیں۔اس نے کافی دیر پہلے مجھے فون کر کے کہا تھا کہ وہ ادھر آ رہی ہے۔پر، ابھی تک پہنچی نہیں۔اور آپ اتنے گھبرائے ہوئے کیوں لگ رہے ہیں؟"

آنکھیں سکوڑیں۔"از ایوری تھنگ آل رائٹ؟"

وہ اب اس کے سامنے کھڑے تھے۔ماتھے پہ پسینا تھا جسے وہ بار بار ہاتھ میں پکڑے رومال سے صاف کرتے تھے۔

"اس کا فون پچھلے ایک گھنٹے سے بند جا رہا ہے۔جو ڈرائیور اور گارڈز اس کے ساتھ تھے وہ بھی میرا فون پک نہیں کر رہے۔مجھے.....مجھے لگا وہ تمہارے ساتھ

ہو گی۔پر وہ ادھر بھی نہیں ہے۔پتہ نہیں میری بیٹی کو کچھ....."انہوں نے خود کو بات مکمل کرنے سے پہلے ہی روک لیا تھا۔بختاور کا دل کسی نے مٹھی میں لے

کر دیا یا تھا۔

میری سیکرٹری کو انفارم کر دینا۔"ازلان نے سامنے کھڑے آدمی سے کہا تھا۔

Clubb of Quality Content

انہوں نے ایک بھی لمحہ ضائع کیے بغیر فون اٹھا کر کان سے لگایا۔

"صاحب... صاحب وہ میڈم میرے ساتھ شاپنگ کے لیے آئی تھیں۔" ڈرائیور کی عجلت بھری آواز ابھری۔ "صاحب میڈم جس مال میں گئی تھیں وہاں

دھماکہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے مجھے باہر انتظار کرنے کو کہا تھا۔ میں بس پانچ منٹ کے لیے اپنے ایک دوست کی شاپ میں گیا تھا۔ واپس آیا تو وہاں ساری عمارت

زمین بوس ہو گئی تھی۔ وہ جی میڈم کی لاش ہم نے نکال لی ہے۔ میں انہیں ہاسٹل لے کر جا رہا ہوں۔ آپ بھی آجائیں۔" سرمد صاحب کے ہاتھ سے فون

چھوٹ گیا۔ پھٹی پھٹی نگاہوں سے بختاور کو دیکھنے لگے۔

جس کی نظر کبھی بختاور تو کبھی ازلان کی طرف جاتی تھی۔

ملائی۔ دوسری طرف سے اسے بھی وہی سب بتایا گیا۔

"شیور۔" آدمی ہلکا سا مسکرایا۔ پھر اپنی گاڑی کی طرف چلا گیا تھا۔ ازلان

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" وہ دھاڑا تھا۔ دوسری جانب سے پھر سے کچھ کہا گیا۔ اس نے فون پھینکا اور بھاگتا ہوا گھر سے باہر نکلا۔ اس نے کسی کا انتظار نہیں کیا۔

نہ ڈرائیور کا۔نہ گارڈز کا۔بس گاڑی میں بیٹھااور ریش ڈرائیونگ کرتے ہوئے ہاسپٹل پہنچا تھا۔

راستے میں کانوں میں ڈرائیور کے الفاظ "میڈم کی لاش ادھر سے نکال لی ہے" ہی گونجتے رہے تھے۔ہاسپٹل پہنچ کر وہ تیزی سے اندر کی جانب بھاگا تھا۔ارتج کا

ڈرائیور اسے ریسیپشن کے پاس ہی کھڑا نظر آگیا۔ڈرائیور اسے پہچانتا تھا۔فوراً بختاور کی جانب لپکا۔

اپنی گاڑی کادروازہ کھول رہاتھاجب بختاور کی آواز سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

نادلز کلب
Clubb of Quality Content!

وہ حواس باختہ سا فوراً اُس کمرے کی طرف گیا تھا۔دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔وہ ٹھیک ہو گی۔ضرور ان سب کو غلط فہمی ہوئی ہو گی۔

وہ اریج تھی۔اس کی اریج۔اسے کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے تم حمزہ سے شیئرز خرید کر مجھے ہرالو گے ؟"

ازلان گہری سانس لیتے مڑا تھا۔بختاور دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے اس سے کچھ

فاصلے پہ کھڑا تھا۔آس پاس گارڈز چوکنے ہو کر کھڑے تھے۔

(بارہ سالہ بختاور ہاسپٹل کے کاریڈور میں کھڑا تھا۔اس کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے۔
آئی سی یو میں اس کے باپ کا علاج چل رہا تھا۔

"اور تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ اس سب کا تعلق تم سے ہے؟"ازلان نے ابرو اچکاتے ہوئے کہا۔

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ارتج کے قریب بیڈ پہ آ بیٹھا تھا۔اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما۔اس کا ہاتھ یخ ٹھنڈا تھا۔برف کی طرح۔

وہ نہیں جانتا تھا ابھی کچھ دیر پہلے وہ جس کا انتظار ایک گھنٹے سے کر رہا تھا اب اسے تا قیامت اس کا انتظار کرنا پڑے گا۔

(آئی سی یو کا دروازہ کھلا۔ڈاکٹر کو باہر نکلتا دیکھ کر اس کا دل شدت سے دھڑ کا تھا۔قدم زنجیر ہو گئے۔

"میرے ڈیڈ" بس دو الفاظ۔ڈاکٹر اس کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور نفی میں سر ہلایا۔)

وہ ارتج کے چہرے کو یک ٹک دیکھ رہا تھا۔پھر اسے اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا۔

"وی آر رئیلی سوری۔ مگر یہاں آنے سے پہلے ہی ان کی ڈیتھ ہو چکی تھی۔"

وہ کوئی ڈاکٹر تھا۔

Clubb of Quality Content!

("وی آر ریئلی سوری۔ ہم نے انہیں بچانے کی بہت کوشش کی۔ان کے سینے میں تین گولیاں لگی تھیں۔

خون کافی بہہ گیا تھا۔ ہم آپ کے فادر کو نہیں بچا پائے۔ سو دی فار یور لاس-"ڈاکٹر اس کا کندھا تھپک کر آگے بڑھ گیا تھا۔)

"خوش فہمی نہیں۔مجھے یقین ہے اس سب کا تعلق مجھ سے ہی ہے۔"

وہ کھڑا ہوا اور ایک جھٹکے سے ڈاکٹر کو کالر سے پکڑ لیا۔

"بکواس بند کرواپنی۔اسے کچھ نہیں ہو سکتا۔سنا تم نے! میں تم سب کو جان سے ماروں گا۔"

وہ غرایا تھا۔چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"سوری سروی آر ریئلی سوری۔"ہڑبڑاہٹ میں ڈاکٹر کے منہ سے بس یہی الفاظ نکل رہے تھے۔

اس نے ڈاکٹر کا گریبان ایک جھٹکے سے چھوڑ دیا۔ڈاکٹر تھوک نگلتا ہوا باہر چلا گیا۔

بختاور ارتج کی طرف مڑا جس کی آنکھیں اب کبھی نہ کھلنے کے لیے بند تھیں۔وہ اس کی محبت تھی۔اس کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی۔

اس کا دل بری طرح جھلس رہا تھا۔

مگر وہ رو نہیں رہا تھا۔وہ کبھی نہیں رویا تھا۔اپنے باپ کی موت پہ بھی نہیں۔

"اوہ کم آن۔"ازلان ہنسا تھا۔"تمہیں واقعی لگتا ہے میرے پاس اتنا فضول ٹائم ہے جو میں تمہیں ہرانے کے پلانز بناتا پھروں گا؟"

شاید اپنی محبت کا یقین دلا رہا تھا۔اسے کبھی نہ بھولنے کا وعدہ کر رہا تھا۔

اور ارتج سرمد کا بے جان وجود کچھ بھی سننے سمجھنے سے قاصر تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

....

بختاور نے سختی سے مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔البتہ چہرہ بے تاثر ہی رہا۔

مہرو ابھی ابھی یونیورسٹی کے لیے نکلی تھی۔باقی سب ابھی ناشتہ کر رہے تھے۔

"اس سے کیوں پوچھ رہی ہیں مام........میں بتاتا ہوں نا۔" آصف نے ہنستے ہوئے ڈرامائی انداز میں کپ ٹیبل پہ رکھا۔

کن اکھیوں سے ازلان کو دیکھا جو اسے گھور رہا تھا۔(اب پتہ چلے گا میرے منہ پہ دروازہ بند کرنے کا انجام!)

"کوئی ہے جس کی وجہ سے ہمارا ازلان آج کل گم صم رہنے لگا ہے۔" آصف نے پلکیں جھپکا کر عباس اور فضیلہ کو دیکھا۔

اسے ازلان سے دو دن پہلے والی بات کا بدلہ لینے کا اچھا موقع ہاتھ آگیا تھا۔

"کیوں بھئی! ایسا کون آگیا؟" عباس صاحب کو تشویش ہوئی۔

"پتہ ہے، تم میں ناا کرڑ بہت ہے ازلان عباس خان۔ اور کسی دن اپنی! سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔"

"ہر وقت اتنا فضول بولتے بولتے تھکتے نہیں ہو تم۔" ازلان بے زاری سے بولا۔

"ویسے وہ ہے کون؟ بھئی ہمیں بھی تو پتہ ہونا چاہیے؟"عباس صاحب نے بھی آصف کا

بھرپور ساتھ دیا تھا۔آصف کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔فضیلہ مسکراتے ہوئے ان تینوں کو دیکھ رہی تھیں۔

"Let's see۔"لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔گاڑی کا دروازہ

ہی کیوں اس کے دماغ میں گھومتی رہتی ہیں۔اور تم...."آصف کی جانب گردن موڑی۔
"جلدی کرو ہم آفس کے لیے لیٹ ہو رہے ہیں۔"

"میں آج آفس نہیں جاؤں گا۔"آصف نے اعلان کیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کس خوشی میں؟"ازلان اپنی جگہ پہ سیدھا ہوا۔

"رات کو میری نیند پوری نہیں ہوئی۔اسی لیے آج میں بس سوؤں گا۔"

کھولا مگر بیٹھنے سے پہلے رک کر بختاور کو دیکھا تھا۔

گا۔"ان کے انداز میں شفقت تھی۔

"تمہاری نیند کبھی پوری ہو گی بھی؟"ازلان نے دانت کچکچائے۔

آصف کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ عباس صاحب بول اٹھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ویسے اچھائی ہے نا مجھ میں اکڑ بہت زیادہ ہے۔ کم از کم میں باہر جاتے ہوئے اپنے ساتھ گارڈز کی فوج تو نہیں رکھتا۔"

آصف تو خوشی سے کھل اٹھا تھا۔

"اور نہیں تو کیا۔ ایک ہی تو زندگی ہے۔ اب اس میں کیا انسان اپنی نیند بھی پوری نہیں کر سکتا؟" اس نے کافی کا گھونٹ بھرتے مسکراہٹ دبائی تھی۔

"تمہاری یہ "ایک ہی زندگی" کسی دن میں اپنے ہاتھوں سے لوں گا۔ یاد رکھنا۔" ازلان کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ازلان!!!"فضیلہ نے اسے گھورا۔

"یووش۔"

آصف نے آنکھ دبائی۔ازلان نے سر جھٹکا تھا۔

وہ فضیلہ کو خدا حافظ کہتا باہر چلا گیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

••••••••••••••••••••••

ایک مسکراتی نظر اس کے گارڈز پہ ڈال کر وہ گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔بختاور بس لال بھبوکا چہرہ لیے اس کی

کئی بچے بھاگتے دوڑتے اور کچھ مختلف گیمز کھیلنے میں مصروف تھے۔آس پاس

گاڑی کو دور جاتا دیکھ رہا تھا۔

اپنا کینوس اور پینٹنگ کا دوسرا ساز و سامان سیٹ کر رہی تھی۔یہ پارک اس کے گھر کے بہت قریب ہی تھا۔

زویا اکثر ہی یہاں آتی تھی۔خاص کر جب اپنی کوئی پینٹنگ بنانی ہوتی تھی۔

آج بھی وہ اسی مقصد سے یہاں آئی تھی۔زویا جس جگہ کھڑی تھی وہ باقی جگہوں کی نسبت ذرا اونچی تھی۔

کسی ڈھلوان کی صورت۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

••••••••••••••••••••••••••••••

"آج آپ کیا بنانے والی ہیں زویا آپی؟" فہد درخت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ ہاتھ

میں چاکلیٹ تھی جو زویا نے یہاں آتے ہوئے اسے لے کر دی تھی۔ اس نے زویا کو

گھر سے نکلتے دیکھا تو خود ہی اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا تھا۔

"فلاورز۔ آج میں اچھے سے فلاورز پینٹ کروں گی۔" زویا مسکرائی۔

وہاں ہر طرف خون ہی خون تھا۔ زمین پہ۔ اس کے کپڑوں پہ۔ یہاں تک کہ

"اچھا؟" زویا نے سوچا۔ پھر سامان وہیں رکھ کر اس کے عقب میں بیٹھ گئی۔

"تو تم بتا دو مجھے کیا پینٹ کرنا چاہیے؟"

"آپ میری پینٹنگ بنائیں گی؟" اس کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

"تمہاری؟"

فہد نے زور زور سے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور پتہ ہے۔" وہ اس کے ذرا قریب کھسکا۔ "اس میں نا مجھے تھوڑا بڑا بنا دیجیئے گا۔ چار نہیں پانچ۔" وہ اپنی انگلیاں گن رہا تھا۔

کپکپاتے سرخ ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔ مگر وہ خون اس کا نہیں تھا۔ اس

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"اور تم میرے جتنے بڑے ہو کر کیا کرو گے؟"

فہد نظریں جھکائے اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگا۔ چہرے پہ یک دم اداسی چھا گئی تھی۔

"میری اماں مرنے والی ہیں۔"

"فہد!"زویا کا دل دہل گیا تھا۔وہ آٹھ سال کا بچہ تھا۔اس کے منہ سے ایسے الفاظ سن کر کسی کا بھی دل دہل جاتا۔

"کس نے کہا ہے تمہیں یہ سب؟"زویا نے نرمی سے پوچھا۔

نے آس پاس دیکھا۔وہاں اس کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

"میں ان سے پوچھتا ہوں تو وہ کہتی ہیں کہ وہ مرنے والی ہیں۔میں ان سے کہتا ہوں کہ میں ان کا خیال رکھوں گا تو وہ کہتی ہیں میں ابھی بہت چھوٹا ہوں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مگر اب وہ اپنے کمرے میں تھا۔اس نے ہاتھ بڑھا کر نائٹ لیمپ آن کر دیا تھا۔

"میں جلدی سے بڑا ہونا چاہتا ہوں۔تاکہ میں ان کا خیال رکھ سکوں۔جیسے آپ اپنی اماں کا خیال رکھتی ہیں۔پھر وہ مریں گی نہیں

رکیں۔پھر سر جھٹک کر ڈاکٹر شاہد نصار کا نمبر ڈائل کر کے فون کان سے لگایا۔دوسری بیل پر یہ فون اٹھا لیا گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

کونسی ماں اپنے آٹھ سالہ بچے سے یہ کہتی ہے کہ وہ مرنے والی ہے؟یا پھر ہو سکتا ہے اس کی ماں کی بیماری شدید ہو اور وہ اسے آنے والے وقت کے لیے پہلے سے

"مجھے پتہ ہے آپ میرے فون کرنے سے پہلے ہی جاگ رہے تھے۔" ازلان نے گردن پہ ہاتھ پھیرا تھا۔ وہ ان کی مسکراہٹ فون کے اندر سے بھی محسوس کر

"میں نے کب کہا میں سو رہا تھا؟ میں تو بس یہ کہہ رہا ہوں کہ آدھی رات کو دوسروں کو فون..."

اس کا باپ ایک پولیس آفیسر تھا۔ وہ سات سال کی تھی جب ایک دن سکول سے واپسی پر اسے اپنے

باپ کی موت کی خبر ملی تھی۔ کسی نے انہیں قتل کر دیا تھا۔

Clubb of Quality Content

اور وہ دن اس کے لیے قیامت سے کم نہیں تھا۔اب اسی قیامت کا سامنا اس چھوٹے بچے کو بھی

کرنا ہو گا۔یہ سوچ کر ہی اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔

زویا نے فہد کے گرد بازو پھیلا کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔کسی کی تکلیف کا احساس

اس وقت زیادہ ہوتا ہے جب انسان خود بھی اس تکلیف سے گزرا ہو۔

آج کافی عرصے بعد یہ خواب دیکھا تھا۔

کیسے ؟"فہد نے سر اٹھایا تھا۔آنکھوں میں امید سی تھی۔"زویا نے نرمی سے

اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"تم ان کے چھوٹے چھوٹے کام کر کے ہے ان کا خیال رکھو۔اب دیکھو! وہ بیمار

ہیں تو تم انہیں اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا کرو۔انہیں میڈیسن کھلائی کرو، پانی

"تم کل میرے آفس آؤ ازلان پھر ہم......"

لمحے بھر کو وہ خاموش ہو گئے تھے۔پھر گہرا سانس لیا تھا۔

بھی نہیں ہوتیں۔ جو باتیں دل پہ بوجھ بن جائیں انہیں دوسروں سے بانٹ کر دل ہلکا کر لینا چاہیے۔"

زویا نے گہری سانس اندر کو کھینچی۔ وہ اسے کوئی جھوٹی امید نہیں دینا چاہتی تھی۔

اس کے ذہن میں ایک اور خیال آیا تھا۔ کیا ہوا گر وہ کوئی دعا مانگے گا اور وہ قبول نہ ہوئی پھر؟

ڈال رکھا تھا۔

چاہی۔ وہ تینوں اس وقت ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھیں۔ عباس صاحب گھر پہ نہیں تھے۔

آصف اور ازلان کو بھی سارے وقت میں اس نے کہیں نہیں دیکھا

"میری دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ مگر ہر بار نہیں۔" اس نے سچ بتایا۔

تھا۔اور اس بات پہ وہ ہر پانچ منٹ بعد شکر ادا کرتی تھی۔

شروع کر دیا تھا۔مہرین نے گھور کر زویا کو دیکھا جیسے کہہ رہی ہو اب خوش؟ کروالی میری بے عزتی؟-زویا نے بمشکل مسکراہٹ دبائی تھی۔

فہد نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیونکہ وہ چیز ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوتی۔وہ چیز جو ہم اللہ سے مانگ رہے ہوتے ہیں کبھی کبھار ہمیں پتہ نہیں ہوتا کہ وہ چیز ہمارے لیے نقصان دہ ہے۔پر

ہمارے اللہ کو ہر بات کا علم ہوتا ہے۔اسی لیے وہ اپنے بندے کو کسی بھی قسم کی تکلیف سے بچانے کے لیے اس چیز کو ہم سے دور کر دیتا ہے۔"وہ آسان لفظوں

کا چناؤ کر رہی تھی تاکہ اس آٹھ سالہ بچے کے ذہن میں یہ باتیں آسانی سے فٹ ہو سکیں۔

"تو پھر..." وہ رکا۔ جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔ "جو دعائیں قبول نہیں ہوتیں وہ ہمارے پاس واپس آجاتی ہیں؟"

وہ باہر لان میں آگئی تھیں۔ ہلکی ہلکی ہوا ان کے چہروں پہ پڑ رہی تھی۔

زویا کو اب اندازہ ہوا تھا بچوں کو کوئی بھی بات سمجھانا دنیا کا مشکل ترین کام تھا۔

"وہ دعائیں ہمارا رب اپنے پاس محفوظ کر لیتا ہے اور پھر قیامت کے دن ان دعاؤں کے بدلے ہمیں ڈھیر سارے اجر سے نوازتا ہے۔"

"یہ اجر کیا ہوتا ہے؟" ایک نیا سوال اس کے دماغ میں آیا تھا۔

"اجر مطلب..." زویا نے سوچا۔ وہ بہت ہی آسان لفظ سوچنا چاہ رہی تھی جس سے اسے سمجھائے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"گفٹ! ہاں۔ اجر کا مطلب ہوتا ہے گفٹ۔"

زویا نے فہد کو دیکھا۔

"مام نے سینے پہ بازو بیٹے اور کہا کہتی ہوں نا میں تمہیں کہ رات دیر تک موبائل

زویار منہ یہ ہاتھ رکھے، گردن پیچھے کو پھینک کر ہنستی چلی گئی تھی۔ تبھی ذرا فاصلے پہ کھڑے شخص پر نظر پڑی۔

چہرے سے مسکراہٹ فوراً غائب ہو گئی تھی۔

وہ ازلان تھا۔ سیاہ جینز پہ گرے شرٹ پہنے، جس کے بازو کہنیوں تک فولڈ کر رکھے تھے۔

پاؤں میں جو گرز اور بھورے بال آج ماتھے پہ گر رہے تھے۔ اس کے پاس ایک سفید رنگ کا گھوڑا کھڑا تھا جس کی لگام اس کے ہاتھ

میں تھی۔

ملک اشرف بہت جوش سے اپنے سامنے بیٹھے بختاور کو بتا رہا تھا۔ جو چپ چاپ صوفے پہ بیٹھا سگار کے کش لگا رہا تھا۔

سیاہ پینٹ شرٹ، بکھرے بال۔ آنکھوں کے گرد حلقے۔ وہ آج کہیں سے بھی بختاور عثمان نہیں لگ رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

وہ دونوں اس وقت بختاور کے گھر پر موجود تھے۔ اشرف کچھ دیر اس کے جواب کا انتظار کرتا رہا۔ مگر دوسری جانب سے کوئی رد عمل نہ پا کر وہ پھر سے بولا۔

"مجھے تمہاری منگیتر کا بہت افسوس ہوا ہے۔" بختاور اب بھی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"پر مجھے لگتا ہے یہ ایک طرح سے ہمارے لیے فائدہ مند ہی تھا۔"

بختاور کا سگار منہ تک لے جاتا ہاتھ وہیں تھم گیا۔چہرے کے گرد سختی آگئی۔

"اب دیکھو نا اس طرح کسی کو تم پہ شک بھی نہیں ہو گا۔سب یہی سوچیں گے اگر تم نے یہ حملہ کروایا ہوتا تو تمہاری منگیتر ادھر نہ ہوتی۔

نہ ہی وہ مرتی۔میں نے تو....."اشرف کے اگلے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے۔

اور اس کی نظریں......وہ زویا پہ تھیں۔

"کچھ نہیں بھائی۔میں زویا سے ہورس رائڈنگ کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔پر اس نے منع کر دیا۔"

"مم...مجھے معاف کر دو بختاور میں تو..."

"

دفع ہو جاؤ یہاں سے۔"بختاور نے اسے زوردار دھکا دیا۔آنکھیں آگ برس رہی تھیں۔

ملک اشرف کو اب اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا۔بختاور نے انگلی اٹھا کر اسے چپ رہنے کو کہا۔

"اس سے پہلے کہ میں تمہیں جان سے مار دوں۔میرے گھر سے دفع ہو جاؤ۔"

تھے۔

پھرتا باہر چلا گیا۔ بختاور خود کو کمپوز کرتا صوفے پہ بیٹھ گیا۔ ذہن میں

"ا.....زویا۔" آصف کھنکھارا۔ "تم غصہ مت ہو یہ تو..."

"سب یہی سوچیں گے اگر تم نے یہ حملہ کروایا ہوتا تو تمہاری منگیتر ادھر نہ ہوتی۔ نہ ہی وہ مرتی۔"

"باتیں کرنے کی ہمت ہے مگر نظریں ملانے کی نہیں؟" انداز میں طنز تھا۔

اریج کی موت کا ذمہ دار کہیں نہ کہیں وہ بھی تھا۔ نہ وہ اس مال میں حملہ کرواتا

"یار کیا ہوا ہے؟ ازلان!" اب کی بار کوئی اس کے کان کے قریب چلایا تھا۔

کے لیے باہر آئی تھی۔پر اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ آدمی جسے وہ یہ سب بتا رہی تھی اگلے پانچ منٹ میں ساری

بلڈنگ اس کے سر پہ گرانے والا تھا۔وہ آدمی جس سے اس نے بے تحاشا محبت کی تھی

وہی ایک دن اس کی موت کی وجہ بن جائے گا۔

"تم نے اسے مار دیا بختاور! تم نے اپنے ہاتھوں سے اپنی محبت کو مار دیا!" بختاور نے

آواز پہ ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔آس پاس دیکھا۔وہاں کوئی نہیں تھا۔

نولز کلب
Clubb of Quality Content

پر وہ آواز! وہ ابھی بھی سنائی دے رہی تھی۔

"تم نے اسے مار دیا۔ تم نے اسے مار دیا!"

یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اس کے کان کے بالکل پاس کھڑا چیخ رہا تھا۔

"میں نے... میں نے اسے نہیں مارا۔" کانوں پہ ہاتھ رکھے نفی میں سر ہلایا۔

آواز پورے گھر میں گونجی تھی۔

"سنا تم نے! میں نے اسے نہیں مارا۔"

ازلان اسے نظرانداز کرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھتا گیا۔فی الحال وہ کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"ازلان یار!رکو تو سہی!!!"

جیسے مجھے نہ پارہے ہوں یہاں ٹھہریں یا واپس چلے جائیں۔

بختاور کی نظران سب پہ پڑی تو تیز نظروں سے ان کو گھورا۔پھر گہرا سانس

ڈور ناب پہ ہاتھ رکھے پلٹا۔آصف اس تک پہنچ گیا تھا۔

"کیوں؟؟؟مجھے کیا ہوا ہے؟"ازلان نے ابرو چکایا۔

شاید اسی طرح وہ ان آوازوں سے چھٹکارا پاسکے۔

•••••••••••••••••••••••••••••••

دوپہرے شام ہونے کو تھی۔آسمان پراب سرمئی رنگ پھیلا تھا۔

پارک میں موجود لوگ اب اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو رہے تھے۔زویا ابھی تک اسی درخت کے نیچے بیٹھی تھی۔

ڈور ناب پر ازلان کے ہاتھ کی گرفت مضبوط ہو گئی۔وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔واقعی وہ اس وقت کسی اور ہی دنیا میں پہنچ گیا تھا۔

آج اس نے کچھ بھی پینٹ نہیں کیا۔ سارا وقت بس وہیں بیٹھی آس پاس چلتے پھرتے خوش باش لوگوں کو دیکھتی رہی تھی۔

پھر اچانک ہی جیسے خیال آیا تھا۔ خدیجہ ضرور اس کا انتظار کر رہی ہوں گی۔ اسے یہاں آئے بھی تو کافی دیر ہونے کو تھی۔

پارک میں اب اکا دکا لوگ ہی موجود تھے۔ وہ جلدی سے اٹھی۔ سامنے رکھا سامان سمیٹنے لگی۔

اور تبھی ایک پینٹنگ برش اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گیا۔ چونکہ جہاں وہ کھڑی تھی وہ جگہ ذرا ڈھلان کی صورت میں تھی۔

اسی لیے برش نیچے کی طرف لڑھکتا گیا۔ وہ گہرا سانس لیتی نیچے اترنے لگی۔ نظریں برش پر تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ برش تک پہنچتی کسی کے سفید جوگر برش پر

آ گئے۔ چیخ کی آواز پر وہ دونوں ہی رک گئے۔

نو وارد نے اپنا پاؤں اس جگہ سے ہٹایا تو دیکھا، برش دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ زویا کے چہرے پہ ناگواری ابھری۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آصف اس کے پیچھے ہی جانے لگا تھا جب یک دم دروازہ اس کے منہ پہ بند کر دیا گیا۔

زویا آگے آئی۔ جھک کر برش کے دونوں ٹکڑے اٹھائے، کھڑی ہو کر اسے دیکھا۔

وہ اس سے سوری یا میں نے دیکھا نہیں جیسے الفاظ کی توقع کر رہی تھی۔ مگر وہ بس خاموش کھڑا تھا۔

"تم اندھے ہو کیا؟" چہرے پہ تیوریاں چڑھائیں۔

"کیا؟" بختاور نے ابرو اچکائے۔ آنکھیں چھوٹی کر کے سر سے لے کر پیر تک اس لڑکی کا جائزہ لیا۔

"جانتے بھی ہو۔" برش کے ٹکڑے بختاور کے سامنے کیے۔ "تم نے ابھی ابھی میرا ایک بہت ہی مہنگا برش توڑ دیا ہے۔"

اب وہ برش اتنا بھی کوئی مہنگا نہیں تھا مگر وہ زویا ہی کیا جو ہر چھوٹی بات پر یہ بھی بحث نہ کرے۔

"یہ تو تمہیں اپنا برش یہاں پھینکنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا کہ یہ کتنا مہنگا ہے؟" تلخی سے کہتا آگے بڑھ گیا تھا۔

آصف ابھی بھی دروازے کے پار کھڑا اسے دھمکیاں دے رہا تھا۔ اس سے بھی وہ نپٹ لے گا۔ مگر بعد میں۔

ہونہہ !!!

زویا نے کڑھتے ہوئے سوچا۔وہ مرد اب وہاں سے جا چکا تھا۔

•••••••••••••••••••••••

اگلا سارا ہفتہ وہ بہت مصروف رہی۔ایگزامز قریب تھے۔اسی لیے کتابوں سے سر اٹھانے تک کی فرصت نہیں ملی تھی۔

ابھی بھی وہ کتابیں رکھ کر کچھ دیر آرام کرنے اپنے کمرے میں آئی تھی۔سائیڈ ٹیبل پہ اخبار کھلا پڑا تھا جس پہ

کچھ دن پہلے ہونے والے دھماکے کی شہ سرخیاں نمایاں تھیں۔

چہرے پہ مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

زخمیوں میں عورتوں اور بچوں کی تعداد زیادہ۔

پولیس ابھی تک حادثے میں ملوث مجرموں کو پکڑنے میں ناکام۔

ملک بھر میں لوگوں کا احتجاج جاری۔

"ہیلو بختاور کیسے ہو؟" دوسری طرف سے اریج سرمد کی چہکتی آواز سنائی دی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اس نے کسی کی موت کی خبر اخبار میں پڑھی تھی۔بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے

سمسٹر میں دونوں نے engangement کرلی تھی۔ان کی منگنی کو تقریباً چار سال ہونے کو تھے۔

••••••••••••••••••••••••••••

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

زویا، خدیجہ کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ نظریں ٹی وی اسکرین پر تھیں

جس پہ نیوز اینکر گلا پھاڑ پھاڑ کر کچھ دیر پہلے مال میں ہونے والے دھماکے

کے بارے میں بتا رہی تھی۔ ساتھ ہی بڑے بڑے الفاظ میں سے بریکنگ نیوز

وہ کل بھی اسے اٹھا کر پڑھنے لگی تھی مگر اس کے بھائی نے وہ اخبار اس کے ہاتھ سے

لکھا نظر آ رہا تھا۔

"یہ تمہارے کام کی چیز نہیں ہے کنول۔ جاؤ اموکوان کے کمرے میں

پانی دے کر آؤ۔"

اس کے باپ کا قتل ہوا تھا۔وہ جانتی تھی۔ مگر کیسے ؟کیوں ؟

"دھماکے کے باعث پوری عمارت زمین بوس ہو گئ۔عمارت کے ملبے تلے

مگر اسے اتنا تو پتہ تھا کہ اس کے سارے سوالوں کے جواب اس اخبار میں چھپے

"وہ جہاں بھی ہو گی۔ٹھیک ہو گی۔شاید ٹریفک......"اس کی بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ سرمد صاحب کا فون بجنے لگا۔ارتج کے ڈرائیور کی کال تھی۔

اخبار کھولتے ہی اس کی نظر وہاں بنی ایک تصویر پہ پڑی۔وہ اس کے باپ کی تصویر تھی۔

Clubb of Quality Content
novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جس کے نیچے لکھا تھا:

"اے ایس پی کامران طاہر پہ نامعلوم افراد نے حملہ کر کے ان کا قتل کر دیا۔ حملے

میں ملوث افراد کا پولیس ابھی تک سراغ نہیں لگا پائی۔ حکومت کی جانب سے

ان کے اہل خانہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ ابھی آگے بھی پڑھتی مگر اس سے پہلے ہی اس کی ماں کے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔

اس نے اخبار فوراً ٹیبل پہ رکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیا ہوا؟ کس کا فون تھا؟" سرمد صاحب نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ان کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہو گیا تھا۔بختاور نے ان کا فون اٹھا کر اسی ڈرائیور کو کال

"وہ میں....." خشک لبوں پہ زبان پھیری۔ "مجھے نیند نہیں آ رہی۔" ماں کا چہرہ نرم پڑا۔

بختاور عثمان کو کسی نے آسمان اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا ہو۔

دروازے پہ ہونے والی دستک اسے حال میں واپس لے آئی تھی۔آنکھیں کھولیں تو دروازے کے پاس عائشہ کھڑی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

عائشہ اوراس کا گھر ساتھ ساتھ تھا تو دونوں کی اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی۔وہ زویا سے دو تین سال بڑی تھی۔

زویا کے لیے وہ دوست کم بہن زیادہ تھی۔

زویا اٹھ کر اسے گلے ملی۔اسے بیڈ پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"آج کافی دنوں بعد آئی ہیں عائشہ آپی۔لگتا ہے شعیب بھائی کے ساتھ کچھ زیادہ ہی دل لگ گیا ہے جو مجھ سے بھی ملنے کا وقت نہیں ملتا۔"

مسکراتے ہوئے خود بھی بیٹھ گئی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔" عائشہ نے اسے گھورا۔ ابھی پانچ ماہ پہلے ہی اس کی شادی ہوئی تھی۔

"صاحب! ادھر اس کمرے میں ہیں میڈم۔" ڈرائیور نے اسے دائیں جانب ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

"تم تو جانتی ہی ہو میری مصروفیت۔ صبح کورٹ جاتی ہوں۔ پھر واپس آکر گھر اور سسرال کو بھی ٹائم دینا ہوتا ہے۔"

زویا مسکرائی۔

"ویسے اس لحاظ سے تو آپ بہت خوش قسمت ہیں۔ دیکھیں ناشعیب بھائی نے شادی کے بعد بھی آپ کو جاب کرنے سے نہیں روکا

اور ایک سبحان ہے، جسے میری پڑھائی سے بھی مسئلہ ہے۔"

وہ خود کو تسلیاں دے رہا تھا۔ مگر دروازہ کھولتے ہی حقیقت کا طمانچہ زور سے منہ پہ پڑا تھا۔

سامنے بیڈ پہ ارتج کا بے جان وجود پڑا تھا۔ چہرہ سفید تھا۔ لٹھے کی مانند۔

وہ لمحے بھر کے لیے ساکت ہو گیا۔ آنکھوں کے سامنے سولہ سال پہلے والے مناظر گھومنے لگے تھے۔

زندگی میں پہلی دفعہ اسے ڈر لگ رہا تھا۔ کسی پیارے کو کھونے کا ڈر۔ اس کی نظریں آئی سی یو کے بند دروازوں پہ ٹکی تھیں۔)

"جس معاشرے کی لڑکیاں تعلیم یافتہ نہ ہوں وہ معاشرہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔" کہتے سر جھٹکا۔

بختاور نے چہرہ اٹھا کر سامنے کھڑے ڈاکٹر کو دیکھا۔ اسے لگا آج وہ پھر سولہ سال پیچھے چلا گیا تھا۔

وہ اب ارتج کے چہرے پہ آئے بال ہٹا رہا تھا۔ ساتھ ہلکی ہلکی سر گوشی کر رہا تھا۔

"تم اپنے گم صم کیوں بیٹھے ہو ازلان ؟" صبح ناشتے کی ٹیبل پہ فضیلہ نے بغور اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"اوہو !۔ دیکھو بھلا۔ جس کام کے لیے آئی تھی وہ تو تمہیں بتانا ہی بھول گئی۔" اس

نے سر پہ ہاتھ مارا۔ اپنا پرس اٹھا کر کنگھالا۔ ایک سیاہ رنگ کا کارڈ نکال کر

زویا کی طرف بڑھایا۔

"آگیا نہیں۔آگئی کہیں ڈیڈ۔آگئی ی ی ی۔"آصف نے آخری لفظ کو کھینچ کر ادا کیا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے ڈیڈ۔آپ تو اچھی طرح اس کی عادت جانتے ہیں۔پتہ نہیں ہر وقت فضول باتیں

اس کی پینٹنگز کی ایگزیبیشن ہے۔میں نے سوچا تم بھی آنا چاہو گی۔تو میں تمہارے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

لیے بھی ایک کارڈ لے آئی ہوں۔"

"پر میرے پاس تو ٹائم ہی نہیں ہے۔میرے ایگزامز ہونے..."

"تمہارے ایگزامز میں ابھی دو ہفتے باقی ہیں۔" عائشہ نے اس کی بات کاٹی۔

"ہر وقت کتابی کیڑا بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ کبھی لائف کو انجوائے بھی کر لیا

"کیوں نہیں بیٹا؟" فضیلہ نے نرمی سے اس کے بازو پہ ہاتھ رکھا۔ "تم آرام سے سو جانا۔ میں ملازموں سے بھی کہہ دوں گی۔ کوئی تمہیں ڈسٹرب نہیں کرے

"پر میں وہاں جا کر کیا کروں گی؟"

Clubb of Quality Content

"کیا مطلب ہے کیا کرو گی؟ وہاں جا کر پینٹنگز دیکھنا۔ تمہارا مائنڈ فریش ہو

جائے گا۔ اور ہاں! ایک اور بات۔" عائشہ ذرا آگے کو ہوئی۔ "وہاں پر نا

بہت سے سیاستدان اور بڑے بڑے بزنس مین بھی ہوں گے۔ تو تم ناذرا

"کوئی بات نہیں ازلان۔ وہ ایک دن آفس نہیں جائے گا تو کمپنی ڈوب نہیں جائے گی۔ اسے کرنے دو آج کے دن ریسٹ۔" وہ کرسی سے اٹھ گئے تھے۔

"استغفراللہ! میں کیوں تیار ہو کر آؤں؟" زویا نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا۔

اس کی بات کا تھوڑا تھوڑا مطلب وہ سمجھ گئی تھی۔

"بھئی کیا پتہ وہاں تم کسی کو پسند آجاؤ۔"

"آپ شاید بھول رہی ہیں کہ میں تین سال سے انگیجڈ ہوں۔" زویا نے سینے پہ بازو لپیٹے۔

دوپہر کے وقت پارک میں اس وقت بہت سے لوگ دکھائی دے رہے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

پھر وہ تمہیں سبحان کے جنگل سے آزاد کروا کے لے جائے۔" وہ ہاتھ جھلا جھلا کر کہہ رہی تھی

جیسے کسی اور ہی دنیا میں پہنچی ہو۔

"حیرت ہے عائشہ آپی۔آپ ایک پریکٹیکل وومن ہونے کے باوجود بھی یہ فیری ٹیلز والی باتیں کررہی ہیں۔"

زویا نے بر اسامنہ بنایا تھا۔

اور بھی لوگ چلتے پھرتے نظر آرہے تھے۔پارک کے دائیں جانب ایک درخت کے نیچے وہ

تمہاری بھی زندگی ایسا میں کوئی آئے؟"

زویا کے چہرے پر اداس سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

یہاں سے سارے پارک کا منظر واضح نظر آتا تھا۔

Clubb of Quality Content!

"آپ ہمیشہ فلاورز ہی بناتی رہتی ہیں۔" فہد نے ناک سکوڑی تھی۔

"بلکہ اپنے جتنا بنائیے گا۔"

"آپ وہاں ایگزیبیشن پر جا رہی ہیں یا میرا رشتہ دیکھنے؟" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ بہت بیمار ہیں زویا آپی۔ بہت زیادہ۔" اس نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو پھیلا کر اسے بتایا۔

وہ اب رو رہا تھا۔

میں انہیں بچالوں گا۔"زویا لب بھینچے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

تیار رہنے کو یہ سب کہتی ہو۔جو بھی تھا۔وہ اسے یوں روتا نہیں دیکھ سکتی تھی۔

ماں باپ کو کھونے سے بڑی تکلیف دنیا میں کوئی نہیں ہوتی۔اور زویا کامران اس تکلیف سے اچھی طرح واقف تھی۔

"تمہیں پتہ ہے فہد۔تم اب بھی اپنی اماں کو بچا سکتے ہو۔اس کے لیے تمہیں بڑا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

پلایا کرو ان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کیا کرو۔پھر دیکھنا۔وہ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔

اور سب سے زیادہ ضروری ہے دعا۔ تم ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو۔" وہ اسے نرمی سے سمجھا رہی تھی۔

اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ "آپ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتی ہیں؟" زویا نے اثبات میں سر ہلایا۔ "ہاں۔ "آپ کی دعا قبول ہوتی ہے؟" چہرے پہ معصومیت تھی۔ وہ اب رونا بند ہو گیا تھا۔

اس کا ایمان کمزور ہو جائے گا۔ اور جب ایمان کمزور ہو گا تو وہ دعا مانگنا چھوڑ دے گا۔ نہیں نہیں۔ وہ اس سے جھوٹ نہیں بولے گی۔

اسے بہتر طریقے سے سمجھائے گی۔

فہد کی آنکھوں میں الجھن ابھری تھی۔ زویا نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ دبایا۔

"اور پتہ ہے ہماری کچھ دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟"

"نہیں۔وہ واپس نہیں آتیں۔"

"مطلب میری جو دعا قبول نہیں ہوگی اس کے بدلے مجھے گفٹ ملے گا؟"اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

زویا نے اثبات میں سر ہلایا۔

"وائو۔"وہ یک دم پرجوش ہو گیا تھا۔اداسی کی جگہ اب حیرت اور خوشی نے لے لی تھی۔

زویا نے اس کے بالوں میں ہاتھ چلایا۔اسے مسکراتا دیکھ کر زویا کو لگا جیسے منوں بوجھ اس کے کندھوں سے اتر گیا ہو۔

••••••••••••••••••••••••

"ہمارا تیر بالکل نشانے پہ لگا ہے بختاور۔حمزہ کاظمی کیا،اس کے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں چلے گا کہ یہ سب ہم نے کروایا تھا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

بختاور نے اسے گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور ایک زوردار مکا اس کے منہ پہ جڑ دیا۔اشرف کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"اپنی بکواس بند کرو اشرف!!!" وہ چلایا تھا۔اشرف کی ناک سے خون کی لکیر کے جاری ہو گئی۔

اشرف نے اس وقت وہاں سے جانے میں ہی اپنی خیر سمجھی۔وہ لمبے لمے ڈگ

اشرف کی کہی گئی بات اٹک گئی تھی۔

اس نے آنکھیں موندلیں۔

نہ ہی وہ مرتی۔اسے یاد تھا۔آخری بادار تج نے اسے کال پہ بتایا تھا کہ وہ شاپنگ

وہ ہذیانی انداز میں چلایا۔باہر کھڑے گارڈز آواز سن کر بھاگتے ہوئے اندر آئے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

تھے۔ مگر وہاں ان کے مالک کے علاوہ کوئی موجود نہیں تھا۔ گارڈز نے آپس میں نظروں کا تبادلہ کیا۔

لیتے گھر سے باہر چلا گیا۔ ڈرائیور سے اپنی گاڑی کی چابی لی۔ گارڈز کو بھی ساتھ

آنے سے منع کر دیا۔ وہ کچھ دیر اکیلا رہنا چاہتا تھا۔ پر سکون فضا میں سانس لینا چاہتا تھا۔

فہد کو اس نے بہت پہلے ہی گھر واپس بھیج دیا تھا۔ پینٹنگ کا سامان اسی طرح پڑا تھا۔

نظر اٹھا کر اپنے برش کا قتل کرنے والے کو دیکھا۔سیاہ پینٹ شرٹ، بکھرے بال، وہ اس رف سے حلیے میں بھی بہت اچھا لگتا تھا۔

مطلب ایک تو اندھوں کی طرح چلتے پھرتے دوسروں کا نقصان کرتے پھرو اور بجائے معافی مانگنے کے الٹا اسے ہی ایٹیٹیوڈ دکھا رہا ہے۔

وہ اپنے سامان کی طرف آ گئی۔اسے اندھیرا ہونے سے پہلے گھر پہنچنا تھا۔

مال میں دھماکے کے باعث چھے سو افراد کی موت۔متعدد زخمی۔

صبح سے کئی بار اس اخبار کو پڑھ چکی تھی۔یہ کوئی پہلی بار نہیں تھا جب

زویا نے آنکھیں موند لیں۔اور وہ دن یاد کیا جب پہلی بار اپنے گھر میں آیا اخبار اٹھا کر

پڑھا تھا۔

(اس کے باپ کی موت کو ایک ہفتہ گزر گیا تھا۔گھر میں ہر وقت خاموشی رہنے

لگی تھی۔ابھی بھی اس کی ماں اور بھائی اپنے اپنے کمروں میں تھے۔وہ

اپنے کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آئی۔سامنے ہی ٹیبل پر اسے اخبار پڑا نظر آیا۔

لے لیا تھا۔

کس نے کیا؟ یہ سوال اس نے کسی سے نہیں پوچھے تھے۔نہ اسے کسی نے بتایا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھے۔وہ دبے دبے قدموں سے چلتی ٹیبل تک آئی۔اخبار اٹھا کر کھولا۔

"کنول! یہاں کیا کر رہی ہو؟"وہ اس کی طرف آئیں۔

"آجاؤ آج میرے ساتھ سو جاؤ۔"وہ اسے اپنے ساتھ لیے کمرے میں چلی گئیں۔)

اور اچھی بات یہ تھی کہ اس کا سسرال بھی اسی محلے میں تھا۔

عائشہ نے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا۔

"پتہ ہے زویا۔ہمارے معاشرے میں سبحان جیسے بہت سے مرد ہیں جو خود پڑھے لکھے ہونے کے باوجود بھی لڑکیوں کی تعلیم کے خلاف ہوتے ہیں۔

ان کی چھوٹی ذہنیت میں بس یہی سوچ آتی ہے کہ لڑکیوں کو تعلیم سے زیادہ ہانڈی میں چمچ ہلانے کا طریقہ صحیح سے آتا ہو۔"

زویا نے سر ہلایا۔

"پتہ نہیں ہمارے ہاں لوگوں کو کب عقل آئے گی۔" عائشہ نے افسوس سے کہا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔" زویا نے بھی اس کی بات کی تائید کی۔ کچھ دیر وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہیں۔

پھر جیسے عائشہ کو اچانک ہی کچھ یاد آیا۔

"یہ کیا ہے؟"زویا نے کارڈ لے کر الٹ پلٹ کر دیکھا۔

"میری ایک فرینڈ ملک کی بہت مشہور آرٹسٹ ہے۔اگلے ہفتے یہیں اسلام آباد میں

کرو۔"

اچھے سے تیار ہو کر آنا۔"آخری بات سرگوشی میں کی تھی۔

"تو وہی تو میں کہہ رہی ہوں۔ہو سکتا ہے تمہیں دیکھ کر کسی کو وہاں تم سے محبت ہو جائے اور

"ہاں تو؟؟؟تمہارا دل نہیں کرتا جس طرح فیری ٹیلز میں انہیں بھیڑیوں سے بچانے کے لیے شہزادے آتے ہیں

"یہ فیری ٹیل نہیں، حقیقی زندگی ہے۔ان دونوں میں صرف ایک ہی چیز ہے کامن ہے۔

اور وہ ہیں بھیڑیے۔یہاں بھیڑیے تو آجاتے ہیں مگر شہزادے نہیں آتے۔"

"جو بھی ہے۔بس تم سے تیار رہنا۔ہم اگلے ہفتے چلیں گی۔اور اچھے سے تیار ہونا۔"

پھر کارڈ کھول کر دیکھنے لگی۔

••••••••••••••••••••••••••••

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

Clubb of Quality Content!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842